

ٱقۡرَأۡ بِٱسۡمِ رَبِّكَ ٱلَّذِي خَلَقَ



سہ ماہی برقی مجلہ جلد/۱، شمارہ/۳(جولائی،اگست، ستمبر)۲۰۲۴ء

پیغام حیات

نبی ﷺ نے فرمایا:

"لَيسَ مِنَّا مَنْ تَطَيَّرَ أَوْ تُطُيِّرَ لَهُ أَوْ تَكَهَّنَ أَوْ تُكُهِّنَ لَهُ أَوْ سَحَرَ أَوْ سُحِرَ لَهُ"

جو بدشگونی لے یا پھر جس کے لئے بدشگونی لی جائے، جو کہانت کرے یا جس کے لئے کہانت کی جائے یا جو جادو کرے یا جس کے لئے جادو کرائی جائے اس طرح کے جتنے بھی لوگ ہیں وہ سب ہم میں سے نہیں ہیں۔

(الصحيحة:۲۱۹۵)





زیر نگرانی

آزاد ہند ایجوکیشنل اینڈ ویلفیئر ٹرسٹ

Email: ahindeduweltrust8623@gmail.com Regd: 86/23

اقرء بسم ربك الذي خلق

سہ ماہی برقی مجلہ

جلد/1 شمارہ/3

پیغام حیات

جولائی، اگست، ستمبر 2024م

ذوالحجہ، محرم، صفر 1445-1446ھ

آزاد ہند ایجوکیشنل اینڈ ویلفیئر ٹرسٹ

بھیما پار، سدھارتھ نگر، یوپی، الہند

AZAD HIND EDUCATIONAL AND WELFARE TRUST

BHIMA PAR, SIDDHARTH NAGAR , UP, INDIA .

پیغام حیات

ماہ محرم اور مروجہ بدعات

مدیر

آسمان وزمین کی پیدائش سے ہی مہینوں کی تعداد بارہ مقرر کی گئی ہے جن میں چار مہینے حرمت والے ہیں، اللہ کا ارشاد ہے: **إِنَّ عِدَّةَ الشُّهُورِ عِندَ اللَّهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِي كِتَابِ اللَّهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ مِنْهَا أَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ۚ ذَٰلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ ۚ فَلَا تَظْلِمُوا فِيهِنَّ أَنفُسَكُمْ ۚ وَقَاتِلُوا الْمُشْرِكِينَ كَافَّةً كَمَا يُقَاتِلُونَكُمْ كَافَّةً ۚ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ مَعَ الْمُتَّقِينَ** { سورۃالتوبۃ(36) }

مہینوں کی گنتی اللہ کے نزدیک کتاب اللہ میں بارہ کی ہے، اسی دن سے جب سے آسمان وزمین کو پیدا کیا ہے، ان میں سے چار حرمت وادب کے ہیں، یہی درست دین ہے، تم ان مہینوں میں اپنی جانوں پر ظلم نہ کرو، اور تم تمام مشرکوں سے جہاد کرو جیسے کہ وہ تم سب سے لڑتے ہیں اور جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ متقیوں کے ساتھ ہے۔

گویا یہ مہینے اللہ کے نزدیک تعظیم کے لائق ہیں جن میں خصوصیت کے ساتھ جنگ وجدال، ظلم اور معاصی سے اجتناب کرنا چاہیے۔

انہیں چار مہینوں میں سے ایک مہینہ محرم کا بھی ہے جس سے اسلامی سال کی شروعات ہوتی ہے، جس کی شریعت میں کئی فضیلتیں وارد ہوئی ہیں۔

پہلی فضیلت:

حرمت والا مہینہ :عَنْ أَبِي بَكْرَةَ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ﴿إِنَّ الزَّمَانَ قَدْ اسْتَدَارَ كَهَيْئَتِهِ يَوْمَ خَلَقَ اللَّهُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ السَّنَةُ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا مِنْهَا أَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ثَلَاثٌ مُتَوَالِيَاتٌ ذُو الْقَعْدَةِ وَذُو الْحِجَّةِ وَالْمُحَرَّمُ

وَرَجَبُ مُضَرَ الَّذِي بَيْنَ جُمَادَى وَشَعْبَانَ﴾ (صحیح البخاری 4662)

ابو بکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: زمانہ پھر اپنی پہلی اسی ہیئت پر آگیا ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے آسمان وزمین کو پیدا کیا تھا۔ سال بارہ مہینے کا ہوتا ہے، ان میں سے چار حرمت والے مہینے ہیں۔ تین تو لگاتار یعنی ذوقعدہ، ذوالحجہ، محرم اور چوتھا رجب مضر جو جمادی الاخریٰ اور شعبان کے درمیان میں پڑتا ہے۔

دوسری فضیلت:

ماہ محرم کے روزوں کو رمضان کے بعد سب سے افضل قرار دیا گیا ہے، نبی ﷺ کا فرمان ہے: أَفْضَلُ الصِّيَامِ، بَعْدَ رَمَضَانَ ، شَهْرُ اللَّهِ الْمُحَرَّمُ. وَأَفْضَلُ الصَّلَاةِ، بَعْدَ الْفَرِيضَةِ ، صَلَاةُ اللَّيْلِ».(صحیح مسلم 1163)

ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ : رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "رمضان کے بعد سب سے افضل روزے اللہ کے مہینے "محرم" کے ہیں اور فرض نماز کے بعد سب سے افضل نماز رات کی نماز ہے۔

تیسری فضیلت: :اس ماہ کے دسویں تاریخ کو روزہ رکھا جاتا ہے جسے یوم عاشورہ کہتے ہیں .

صوم یوم عاشورہ کی فضیلت: عَنْ أَبِي قَتَادَةَ الْأَنْصَارِيِّ رضي الله عنه ؛ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ سُئِلَ عَنْ صَوْمِ يَوْمِ عَاشُورَاءَ؟ فَقَالَ ((يُكَفِّرُ السَّنَةَ الْمَاضِيَةَ)) .(صحیح مسلم 1162)

ابو قتادہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عاشورہ کے دن کے روزے کے بارے میں پوچھا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "وہ گزشتہ سال کے گناہوں کا کفارہ بن جاتا ہے۔

صوم عاشورہ کا پس منظر :

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضي الله عنه ؛ أَنّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَدِمَ الْمَدِينَةَ. فَوَجَدَ الْيَهُودَ صِيَامًا، يَوْمَ عَاشُورَاءَ. فَقَالَ

لَهُمْ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ:«مَا هَذَا الْيَوْمُ الَّذِي تَصُومُونَهُ؟» فَقَالُوا: هَذَا يَوْمٌ عَظِيمٌ. أَنْجَى اللَّهُ فِيهِ مُوسَى وَقَوْمَهُ. وَغَرَّقَ فِرْعَوْنَ وَقَوْمَهُ. فَصَامَهُ مُوسَى شُكْرًا. فَنَحْنُ نَصُومُهُ. فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «فَنَحْنُ أَحَقُّ وَأَوْلَى بِمُوسَى مِنْكُمْ» فَصَامَهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ. وَأَمَرَ بصيامه. (صحیح مسلم 1130)

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ تشریف لائے تو آپ نے یہودیوں کو عاشورہ کے دن روزہ رکھتے ہوئے پایا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ اس دن کی کیا وجہ ہے کہ تم روزہ رکھتے ہو؟ تو وہ کہنے لگے کہ یہ وہ عظیم دن ہے کہ جس میں اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کو نجات عطا فرمائی اور فرعون اور اس کی قوم کو غرق فرمایا چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے شکرانے کا روزہ رکھا اس لئے ہم بھی روزہ رکھتے ہیں، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہم زیادہ حق دار ہیں اور تم سے زیادہ موسیٰ علیہ السلام کے قریب ہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی عاشورہ کے دن روزہ رکھا اور اپنے صحابہ کرام رضوان اللہ عنہم اجمعین کو بھی روزہ رکھنے کا حکم فرمایا۔

مشرکین مکہ بھی یہ روزہ رکھتے تھے :

عن عَائِشَةَ رضي الله عنها أَنَّ قُرَيْشًا كَانَتْ تَصُومُ عَاشُورَاءَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ ثُمَّ أَمَرَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بِصِيَامِهِ حَتَّى فُرِضَ رَمَضَانُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ «مَنْ شَاءَ فَلْيَصُمْهُ وَمَنْ شَاءَ فَلْيُفْطِرْهُ» (صحیح مسلم 1125)

عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ جاہلیت کے زمانے میں قریش عاشورہ کے دن روزہ رکھتے تھے، پھر نبی ﷺ نے بھی عاشورہ کا روزہ رکھنے کا حکم صادر فرمایا تو جب رمضان کے روزے فرض ہو گئے تو (آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا) جو چاہے عاشورہ کے دن روزہ رکھے اور جو چاہے چھوڑ دے۔

یہودیوں کی مخالفت کا حکم :

نبی ﷺ اور صحابہ کرام دسویں محرم کو روزہ رکھتے تھے چونکہ یہود بھی اسی تاریخ کو روزہ رکھتے تھے اس لیئے جب یہود کی مخالفت کا حکم ہوا تو نبی ﷺ نے فرمایا: "فَإِذا كَانَ الْعَامُ الْمُقْبِلُ إِنْ شَاءَ اللَّهُ، صُمْنَا الْيَوْمَ التَّاسِعَ. قَالَ: فَلَمْ يَأْتِ الْعَامُ الْمُقْبِلُ، حَتَّى تُوُفِّيَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ. (صحیح مسلم1134)

یعنی جب آئندہ سال آئے گا تو ہم نویں تاریخ کا بھی روزہ رکھیں گے راوی نے کہا کہ ابھی آئندہ سال نہیں آیا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وفات پاگئے۔

ماہ محرم کی مروجہ بدعات:

ماہ محرم کے شروع ہوتے ہی کچھ شیطانی پیروکار، گستاخ صحابہ اور دشمن دین بدعات و خرافات انجام دینے میں لگ جاتے ہیں۔ ماہ محرم میں انجام دی جانے والی بعض خرافات کا تذکرہ کرنا مناسب سمجھتا ہوں۔

ماتم شہادت حسین:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «لَا يَحِلُّ لِامْرَأَةٍ تُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ أَنْ تُحِدَّ عَلَى مَيِّتٍ فَوْقَ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ، إِلَّا عَلَى زَوْجٍ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا .(صحیح البخاری5334، صحیح مسلم1486)

"جو عورت اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتی ہے، اس کے لیے حلال نہیں کہ تین دن سے زیادہ کسی کا سوگ منائے، سوائے اپنے شوہر کی وفات پر کہ اس کے سوگ کی مدت چار مہینے دس دن ہے"۔

یعنی سوگ تین دن تک ہے اس کے باوجود اپنے آپ کو مسلمان کہنے والے ہر سال ماہ محرم میں حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت پر ماتم مناتے ہیں جو شرعاً ثابت نہیں ہے؛ کیوں کہ نبی ﷺ کی زندگی میں بہت سے صحابہ شہید ہوئے لیکن نبی

ﷺ نے کسی بھی صحابی کی شہادت پر اس طرح ماتم نہیں منایا، عمر رضی اللہ عنہ اور عثمان رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر صحابہ شہید ہوئے مگر کسی بھی صحابی سے یہ بات ثابت نہیں ہے کہ انہوں نے ان کی شہادت پر ماتم منایا ہو، حتی کہ حسین رضی اللہ عنہ کے والد محترم، خلیفہ ءرابع اور داماد رسول علی رضی اللہ عنہ کی بھی شہادت ہوئی لیکن حسین رضی اللہ عنہ سے بھی یہ بات ثابت نہیں ہے کہ انہوں نے اپنے والد کی شہادت پر ماتم منایا ہوا گر ماتم منانا مشروع اور جائز ہوتا تو سب سے پہلے ان جلیل القدر صحابہ کی شہادت پر صحابہ کرام ماتم مناتے.

تعزیہ داری:

تعزیہ عربی لفظ ہے جس کا معنی ہے (میت کے گھر والوں) کو صبر دلانا۔(القاموس المحیط)

شیعہ اور کچھ سنی مسلمان دس محرم الحرام کو حسین رضی اللہ عنہ کے غم میں کاغذ اور لکڑی سے بت کی شکل کا بناتے ہیں جسے تعزیہ کا نام دیا جاتا ہے، اس کا طواف و سجدہ کرتے ہیں اور اس کے پاس حسین رضی اللہ عنہ کے نام کا نذر و نیاز اور استغاثہ کرتے ہیں جو کہ سراسر شرک وکفر پر مبنی ہے، ان جلوس میں مرد لاٹھیاں کھیلتے ہیں اور ان کی عورتیں مردوں کی شانہ بشانہ نیم برہنہ چلتی ہیں۔ یہ سب جلوس شہادت حسین کے نام پر تو بنتی ہیں پر ان میں اللہ اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت ہوتی ہے اور خود حسین رضی اللہ عنہ کے عقیدے اور طریقے کے خلاف ہوتی ہیں۔

سینہ پیٹنا، گریبان چاک کرنا اور اپنے آپ کو زخمی کرنا:

یہ لوگ اس ماہ میں ماتم شہادت حسین کے نام پر سینہ پیٹتے ہیں، گریبان چاک کرتے ہیں اور ہتھیاروں سے اپنے

آپ کو زخمی کرتے حالانکہ نبی ﷺ کا ارشاد ہے: «لَيْسَ مِنَّا مَنْ ضَرَبَ الْخُدُودَ، وَشَقَّ الْجُيُوبَ، وَدَعَا بِدَعْوَى الْجَاهِلِيَّةِ.» (صحیح البخاري 1297) "وہ شخص ہم سے نہیں، جو (مصیبت کے وقت) رخسار پیٹے، گریبان چاک کرے اور دور جاہلیت کی پکار لگائے"۔

ڈھول اور تاشہ:

محرم شروع ہوتے ہی ڈھول اور طبلہ بجانے کا آغاز کر دیا جاتا ہے جو کہ کافروں کا طریقہ ہے، اور ایک عجیب فلسفہ یہ ہے کہ خوشیوں میں بجائی جانے والی چیز غم و ماتم کے موقع پر بجاتے ہیں؛ کیوں کہ یہ شیطانی پیروکار ہیں شیطان ان سے جو چاہتا ہے، جب چاہتا ہے اور جہاں چاہتا ہے کرواتا ہے۔

صحابہ کی شان میں گستاخی:

اس مہینہ میں شہادت حسین کو یاد کر کے معاویہ، ابو بکر، عمر، عثمان، عائشہ رضی اللہ عنہم کو گالیاں دی جاتی ہیں، صحابہ کے گستاخوں کے لیے صرف یہ حدیث کافی ہے: عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «لَا تَسُبُّوا أَصْحَابِي، فَلَوْ أَنَّ أَحَدَكُمْ أَنْفَقَ مِثْلَ أُحُدٍ ذَهَبًا، مَا بَلَغَ مُدَّ أَحَدِهِمْ وَلَا نَصِيفَهُ». (صحیح البخاري 3673 و صحیح مسلم 2541) "کہ تم میرے صحابہ کو گالی مت دو، اگر تم میں سے کوئی احد پہاڑ کے برابر بھی سونا خرچ کر دے تب بھی صحابہ کے ہاتھ سے خرچ کیئے ہوئے ایک مد یا اس کے آدھا بھی نہیں پہونچ سکتا."

یہ تھیں بعض بدعتیں جن کو نام نہاد مسلمانوں نے بغیر کسی دلیل و ثبوت کے ایجاد کر لیا ہے، اس جیسی نہ جانے کتنی بدعتیں ہیں جو اس ماہ محرم میں انجام دے کر اس کی حرمت و عظمت کو پامال کی جاتی ہے

خلاصہ کلام:

خلاصہ کلام یہ کہ ماہ محرم حرمت والا مہینہ ہے جس کی حرمت کا پاس و لحاظ کرتے ہوئے مکمل معاصی سے اجتناب کرنا چاہیے، اس ماہ کے مسنون اعمال کا اہتمام کرنا چاہیے، اور ایجاد کردہ بدعات و خرافات سے دوری اختیار کرنا چاہیے کیونکہ حدیث میں ہے: «مَنْ أَحْدَثَ فِي أَمْرِنَا هَذَا مَا لَيْسَ فِيهِ فَهُوَ رَدٌّ» (رواہ البخاری 2697 و مسلم 1718)

اللہ سے دعا ہے کہ اللہ ہم تمام لوگوں کو دین کی سمجھ عطا فرمائے آمین۔

مقام صحابہ

الفاظ اقبال بن محمد امین الجامعی
طالب جامعۃ القصیم

صحابہ کرام اس امت کے افضل ترین نفوس قدسیہ ہیں۔ یہی وہ نفوس قدسیہ ہیں جنہیں خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی چاہتوں سے نوازا ہے اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ان کے ایمان کی پختگی اور ان کے عمل واخلاص کی گواہی دی ہے۔ جو نہایت پاکیزہ وسلیم القلب کے حامل تھے۔ جو علم میں بہت زیادہ درک اور گہرائی کے ساتھ ساتھ نہایت سادہ طرز زندگی اپناتے تھے۔ یہی وہ نفوس قدسیہ ہیں جو انبیاء علیھم السلام کے بعد دنیا میں اللہ کے سب سے بہترین بندے ہیں۔ جو اہل ایمان اور مسلمانوں کے اسوہ ونمونہ ہیں۔

صحابی کی تعریف:

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کہتے ہیں: "وهو من لقى النبي صلى الله عليه وسلم مومنا به ومات على الاسلام ولو تخللت ردة في الأصح " جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایمان کی حالت میں ملے ہوں اور ایمان کی حالت میں ان کی وفات ہوئی ہو، چاہے درمیان میں مرتد بھی ہو جائیں اور وفات سے پہلے پھر اسلام قبول کرلیں تو وہ صحابی ہیں.

{نزهة النظر فى توضيح نخبة الفكر للحافظ ابن حجر (ص/ 140)

صحابہ کرام کا ایمان ہمارے لئے معیار ہے:

اللہ تعالیٰ کے نزدیک صحابہ کرام رضی اللہ عنھم اجمعین کا ایمان کسوٹی اور پیمانہ ہے۔ کوئی اگر ایمان میں داخل ہونا چاہتا ہے تو اس کے لئے لازم اور ضروری ہے کہ انھیں کی طرح ایمان لائے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔" فان آمنوا بمثل ما آمنتم به فَقد اهتدوا "(سورۃ البقرۃ : 137)" اگر وہ بھی اسی طرح ایمان لے آئیں جیسا تم ایمان لائے تو وہ

ہدایت پاجائیں گے۔"

اسی طرح دوسری جگہ ارشاد فرمایا: " اِذَا قِيْلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا كَمَآ اٰمَنَ النَّاسُ قَالُوْٓا اَنُؤْمِنُ كَمَآ اٰمَنَ السُّفَهَآءُ–اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ السُّفَهَآءُ وَ لٰكِنْ لَّا يَعْلَمُوْنَ" (سورۃ البقرۃ:13)"اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اگر تم اسی طرح ایمان لاؤ جیسا کہ لوگ ایمان لائے، تو وہ کہتے ہیں کہ کیا ہم ایمان لائیں جیسا کہ بیوقوف ایمان لائے جان لو بیشک وہی لوگ بیوقوف ہیں مگر یہ جانتے نہیں۔"

قرآن کریم کی ان دو آیتوں سے چند باتیں معلوم ہوتی ہیں۔

1 -اللہ کے نزدیک ویسا ہی ایمان معتبر ہے جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کا تھا۔

2 - صحابہ کرام پر اعتراض کرنے والا منافق اور بیوقوف ہی ہو سکتا ہے۔

3 -اگر کوئی صحابہ پر اعتراض کرتا ہے تو صحابہ کا دفاع کرنا ہم پر واجب ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے دفاع کیا۔

صحابہ سے محبت ہمارے لئے واجب ہے:

اہل سنت والجماعت کا اس بات پر اجماع ہے کہ صحابہ سے محبت ہر مسلمان کے لئے واجب ہے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ فرماتے ہیں: **حب الصحابة كلهم لي مذاهب ومودة القربي بها الوصل.**

تمام صحابہ سے محبت کرنا یہ اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے اور یہ عبادات میں سے ہے جس کے ذریعے ہم اللہ کا تقرب حاصل کرتے ہیں اور جس کے ذریعے وسیلہ پکڑتے ہیں۔ {بدر التمام شرح لامية شيخ الإسلام ابن تيمية لعبد الرحمان بن عبد العزيز العقل (ص : 32)}

صحابہ سے محبت یہ وہ معیار اور کسوٹی ہے۔ جس سے مؤمن اور منافق کے درمیان فرق کیا جاتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ

وسلم نے ان سے محبت کرنے کو ایمان کی علامت اور ان سے نفرت کو منافق کی علامت قرار دیا ہے جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے :لاَ يُحِبُّهُم إِلاَّ مُؤمِن، وَلاَ يُبْغِضُهُم إِلاَّ مُنَافِق، مَنْ أَحَبَّهُم أَحَبَّهُ الله، وَمَنْ أَبْغَضَهُم أَبْغَضَه الله[صحیح البخاری:(3783)و صحیح مسلم:(75)]

صحابہ سے مومن ہی محبت کرے گا اور ان سے بغض منافق ہی رکھے گا، تو جو صحابہ سے محبت کرے گا اللہ اس سے محبت کرے گا اور جو صحابہ سے بغض رکھے گا اللہ اس سے بغض رکھے گا۔اور ایک دوسری حدیث میں ہے: " آية الإيمان حب الأنصار ، وآية النفاق بغض الأنصار { صحیح البخاري: (2784) }

انصار سے محبت ایمان کی علامت ہے اور ان سے بغض نفاق کی علامت ہے۔

علامہ عینی رحمہ اللہ نے کہا کہ یہ حکم تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں بھی ہے کہ ان سے محبت ایمان کی علامت ہے۔اور ان سے بغض نفاق کی علامت ہے۔{ عمدة القاري شرح صحیح البخاري: (152/1) }

ان تمام دلائل سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے محبت ایمان کی علامت ہے جبکہ ان سے بغض وعناد منافقت کی علامت ہے۔اس لئے ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے کہ صحابہ کرام سے محبت کرے،ان کا احترام کرے،ان کے مقام ومرتبہ کو پہچانے اور ان کے تعلق سے ہمیشہ اپنی زبان ودل کو صاف رکھے .

تمام صحابہ عادل اور ثقہ ہیں :

تمام محدثین وفقہاء اس اصول پر متفق ہیں کہ :" الصحابة كلهم عدول " {الإصابة في تمييز الصحابة:(6/1)}
یعني تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیھم عادل ہیں۔صحابہ کا مقام دوسروں سے الگ ہے،انہیں آسمانی ثقاہت وتعدیل حاصل ہے۔اللہ رب العالمین اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام صحابہ کرام کی عدالت کی گواہی دی ہے۔

اب اللہ اور اس کے رسول میں سے کسی کی طرف سے عدالت کی گواہی مل جانے کے بعد کسی امتی کی طرف سے کسی کی عدالت کے ثبوت کی ضرورت نہیں رہ جاتی، اللہ اور اس کے رسول کی عدالت کا پروانہ بہت بڑا پروانہ ہے، انسانوں کی تعدیل اس کے سامنے ہیچ ہے۔

تمام صحابہ عادل ہیں اس کا مطلب یہ ہر گز نہیں کہ معصوم ہیں بلکہ ان سے معصیت کا ارتکاب ممکن ہے.

اہل سنت والجماعت کا یہ عقیدہ ہے کہ ان سے معصیت کا صدور ممکن ہے جیسا کہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ صحابہ کرام کے متعلق اہل سنت والجماعت کا عقیدہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: وهم مع ذلك لا يعتقدون أن كل واحد من الصحابة معصوم عن كبائر الإثم وصغائره. [العقیدۃ الواسطیہ:139]

ان تمام کے باوجود اہل سنت والجماعت یہ عقیدہ نہیں رکھتے کہ صحابہ کرام کبیرہ یا صغیرہ گناہوں سے پاک نہیں بلکہ مجموعی طور پر ان سے گناہوں کا صدور ممکن ہے۔

البتہ شریعت نے گناہوں سے معافی کے جو متعدد اسباب بیان کئے ہیں وہ صحابہ کرام میں بدرجہ اتم موجود ہیں اس لئے اللہ کی طرف سے ان کو مغفرت کا پروانہ مل گیا ہے اور دنیا ہی میں جنت کا سرٹیفکیٹ نواز دیا گیا ہے۔ لہذا کسی انسان کے لئے جائز نہیں ہے کہ ان کی بعض غلطیوں کی وجہ سے ان پر طعن و تشنیع کرے، کیونکہ خود اللہ اور اس کے رسول نے صحابہ کرام کی عدالت کی گواہی دی ہے۔

ذیل میں چند آیتیں اور احادیث پیش کی جارہی ہے جن میں اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے عدالت کی گواہی دی گئی ہے:

1 - اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: **"وكذلك جعلناكم أمة وسطا لتكونوا شهداء على الناس ويكون الرسول عليكم شهيدا"** [سورۃ البقرۃ: (143)] "ہم نے اسی طرح تمھیں عادل امت بنایا ہے تاکہ تم لوگوں پر گواہ ہو

جاؤاور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تم پر گواہ ہو جائیں۔"

"أمة وسطا"کاایک معنی عادل اوراچھے لوگ ہیں۔[تفسیر الطبری،المجلد الثاني ص:(627)]

اوراس آیت کے اول مخاطبین صحابہ کرام ہیں جن کی عدالت کی اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں خوشخبری سنائی ہے۔

2 - اللہ تعالیٰ کاارشادہے:"كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ تَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ"[سورۃ آل عمران) :110] "تم بہترین امت ہو جو لوگوں کے لئے پیدا کئے گئے ہو، تم نیک باتوں کا حکم دیتے ہو، برائی سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔"

اس آیت کے اول مخاطبین صحابہ کرام ہیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے خیر امت ہونے کی گواہی دی ہے اور یہ بہت بعید ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں خیر امت کی صفت سے متصف کریں اور وہ عادل نہ ہوں۔

اسی طرح احادیث میں بھی ان کی عدالت کی گواہی دی گئی ہے۔

ذیل میں بعض احادیث پیش کی جارہی ہے۔

1 - نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃالوداع کے موقع پر خطبہ دینے کے بعد صحابہ کرام کے جم غفیر کو مخاطب کرتے ہوتے فرمایاتھا:" ألا ليبلغ الشاهد منكم الغائب"[صحیح البخاری(105)،وصحیح مسلم:(1679)]تم میں سے جو یہاں حاضر ہیں وہ غائب رہنے والوں تک یہ باتیں پہنچادیں.

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام صحابہ کرام کو یہ ذمہ داری دی ان میں سے کسی بھی صحابی کو مستثنیٰ نہیں کیا۔ یہ ان کی مطلق عدالت کی بڑی دلیل ہے۔ اگر عادل نہ ماناجائے تو یہ لازم آئے گا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تبلیغ دین کی ذمہ داری ایسے لوگوں کو دی جو عادل نہ تھے۔

2 - نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے" **لا تسبوا أصحابي فلو أن أحدكم أنفق مثل أحد ذهبا ما بلغ مد أحدهم ولا نصيفه** "[صحیح البخاری:(3673) و صحیح مسلم:(2540)]

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ پر سب وشتم سے مطلقا منع فرمایا اور اگر انہیں غیر عادل کہا جائے تو اس سے بڑا سب وشتم نہیں ہو سکتا۔[مستفاد من مقالة اردية لدكتور فاروق عبد الله النرائنفوری]

ان تمام دلائل سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ صحابہ تمام کے تمام عادل ہیں اگر صحابہ کرام کی عدالت کو مجروح کر دیا جائے تو پورا دین مجروح ہو جائے گا کیونکہ صحابہ کرام اولین راوی ہیں. شریعت کو نقل کرنے والے وہی لوگ ہیں، قرآن ہم تک انہیں کے ذریعے سے پہنچا، اسی طرح احادیث بھی انہیں کے توسط سے ہم تک پہنچی۔ اگر صحابہ کو عادل اور معتبر نہ مانا جائے تو قرآن بھی معتبر نہیں رہے گا اور احادیث بھی لائق اعتبار نہیں رہیں گی۔ اس لئے اہل سنت و الجماعت کا متفقہ اصول ہے کہ تمام صحابہ کرام عادل ہیں۔

صحابہ کرام کو گالی دینا حرام ہے:

صحابہ کرام ہر طرح کے نقد و جرح سے بالاتر ہیں، صحابہ کو برا کہنا اور انہیں گالی دینا کسی بھی طرح درست نہیں ہے۔ صحابہ پر زبان دراز کرنے والا رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا نافرمان ہے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:" لا تسبوا أصحابی "[صحیح البخاری:(3673) و صحیح مسلم:(2541)] تم میرے صحابہ کو برا مت کہو، انہیں گالی مت دو۔

عقیدہ اور صحیح منہج سے دوری کے نتیجے میں ایک جماعت صحابہ کرام پر نقد و جرح اور طعن و تشنیع کر رہی ہے اور رافضیت کا ساتھ دے رہی ہے۔ ایسی جماعت لعنت کا مستحق ہے۔ کیونکہ اللہ کے رسول نے لعنت بھیجی ہے ہر اس شخص پر جو صحابہ رضی اللہ عنہم کو گالی دیتا ہے۔

رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:" لعن الله من سب أصحابی " [حسنہ الألبانی فی صحیح الجامع: (5111)] اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو اس شخص پر جو میرے صحابہ کو گالی دے۔

جو شخص صحابہ کو گالی دیتا ہے وہ اللہ تعالیٰ، فرشتے اور تمام انسانوں کی لعنت کا مستحق ہے۔

رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: "من سب أصحابی، فعلیه لعنة الله والملائكة والناس اجمعین"[السلسلہ الصحیحہ:(2240) صحیح الجامع(1385)] جس نے میرے صحابہ کو گالی دیا وہ اللہ تعالیٰ، فرشتے اور تمام انسانوں کی لعنت کا مستحق ہوا۔

اسی طرح جو صحابہ کی تنقیص کرتا ہے وہ زندیق ہے۔ جیسا کہ خطیب بغدادی ابو زرعۃ سے نقل کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں: "إذا رایت أحداً ینتقص احداً من صحابة رسول الله فاعلم أنه زندیق" [الکفایۃ فی علم الروایۃ :97]

امام احمد بن حنبل سے پوچھا گیا کہ جو صحابہ کو گالی دیتے ہیں ان کا حکم کیا ہے تو امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے جواب دیا "ما أراه علی الاسلام"[کتاب السنۃ للخلال رقم:(782)] میرے نزدیک وہ اسلام پر نہیں ہیں۔

ان تمام دلائل سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ صحابہ کو گالی دینا کبیرہ گناہوں میں سے ہے اور علماء نے یہاں تک کہا ہے کہ جو شخص ان کو گالی دے گا اور ان سے بغض رکھے گا وہ دائرہ اسلام سے نکل جاتا ہے۔

صحابہ کرام جنتی ہیں:

اللہ تعالیٰ نے تمام صحابہ کرام سے مغفرت اور جنت کا وعدہ کیا ہے اور ان کو اپنی رضا مندی کا پروانہ دنیا ہی میں عطا فرمایا ہے۔

ذیل میں چند دلیلیں ذکر کروں گا جن سے یہ واضح ہو جائے گا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم جنتی ہیں۔

1 -اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔لَّا يَسْتَوِي الْقَاعِدُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ غَيْرُ أُولِي الضَّرَرِ وَالْمُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنفُسِهِمْ ۚ فَضَّلَ اللَّهُ الْمُجَاهِدِينَ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنفُسِهِمْ عَلَى الْقَاعِدِينَ دَرَجَةً ۚ وَكُلًّا وَعَدَ اللَّهُ الْحُسْنَىٰ[سورۃالنساء(90) "ایمان والوں میں سے بیٹھے رہنے والے جو کسی تکلیف میں نہیں اور اللہ کے راستے میں اپنے مالوں اور جانوں کے ساتھ جہاد کرنے والے برابر نہیں ہیں۔اللہ نے اپنے مالوں اور جانوں کے ساتھ جہاد کرنے والوں کو بیٹھے رہنے والوں پر درجے میں فضیلت دی ہے اور ہر ایک سے اللہ نے اچھی جزا(جنت)کا وعدہ کیا ہے۔"

وجہ استدلال-:اس آیت میں غزوہ بدر میں شریک ہونے والوں کے لئے کسی معذوری کے بغیر شریک نہ ہونے والوں سے درجہ کی بلندی اور برتری کا ذکر فرمایا ہے۔اس فرق مراتب کے باوجود فرمایا"کلا وعد اللہ الحسنی"اللہ کا وعدہ دونوں کے لئے بھترین جزاء ہے۔

2 -اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ " لا يستوي منكم من أنفق من قبل الفتح وقاتل أولئك أعظم درجة من الذين أنفقوا من بعد وقاتلوا وكلا وعد الله الحسنى والله بما تعملون خبير."[سورۃالحدید(10)]

وجہ استدلال:-اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام کی درجہ بندی کی ہے ایک وہ جو فتح مکہ سے پہلے ایمان لائے اور اللہ کی راہ میں جان ومال خرچ کرنے سے دریغ نہیں کیا، دوسرے وہ جو فتح مکہ کے بعد ایمان لائے اور انھوں نے بھی اللہ کی راہ میں مال خرچ کیا اور جہاد کیا۔اس فرق مراتب کے باوجود فرمایا:"وکلا وعد اللہ الحسنی"اللہ کا وعدہ دونوں کے لئے بھترین جزاء ہے۔

3-اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے."والسابقون الأولون من المهاجرين والأنصار والذين اتبعوهم بإحسان رضي الله عنهم ورضوا عنه وأعد لهم جنات تجري تحتها الأنهار خالدين فيها أبدا ذلك الفوز العظيم"[التوبۃ(100)]

وجہ استدلال: سابقین اولین مہاجرین وانصار کے لیے بغیر شرط کے اپنی رضا کا اظہار فرمایا اور جو ان کے **متبع** ہوئے بشرط احسان ان سب کے لئے بھی اپنی رضا کا اظہار کیا -

اسی طرح حافظ ابن حجر رحمہ اللہ صحابہ کے بارے میں **لکھتے ہیں** "أن الجميع من أهل الجنة" صحابہ کرام رضی اللہ عنھم تمام کے تمام جنتی ہیں. [الإصابة فی تمییز الصحابة، المجلد الأول. ص:(7)]

ان تمام دلائل سے یہ بات واضح ہو گئی کہ صحابہ تمام کے تمام جنتی ہیں۔اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے۔اب اس اعلان رضامندی کے بعد کسی شخص کو جو اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول پر ایمان رکھتا ہو اسے صحابہ کرام سے ناراضگی کا حق نہیں ہے_

خلاصہ کلام : انبیاء کرام کے بعد دنیا میں مقدس ترین جماعت صحابہ کرام رضوان اللہ علیھم اجمعین کی جماعت ہے۔ صحابہ کرام عادل اور سچے ہیں۔وہ ہمارے لئے نمونہ ہیں۔ان کا ایمان ہمارے لئے معیار حق ہے۔ان سے محبت ایمان کی علامت ہے۔اور ان سے محبت کا تقاضا یہ ہے کہ ان کا احترام کیا جائے۔ان کے مقام و مرتبہ کو پہچانا جائے،ان کو برا نہ کہا جائے۔انہیں گالی نہ دی جائے اور ان پر طعن و تشنیع نہ کیا جائے۔کیونکہ اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو گیا اور وہ اللہ تعالیٰ سے راضی ہو گئے.

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں صحابہ کے مقام و مرتبہ کو پہچاننے کی توفیق دے اور ہمارے دلوں میں صحابہ کی عظمت و محبت پیدا فرمادے۔آمین

معاویہ رضی اللہ عنہ پر طعن و تشنیع ایک تنقیدی جائزہ

محمد جنید سعی محمد
طالب جامعہ اسلامیہ دریاباد

امیر المومنین معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما تاریخ اسلام کے ان عظیم شخصیات میں سے ہیں جنہوں نے اسلامی ریاست کی توسیع و ترقی اور دنیا میں اسلام کے غلبہ واستحکام کے لیے شاندار خدمات سرانجام دی ہیں اور ان کا 20 سالہ دور خلافت جہاں ملت اسلامیہ کے وحدت کی علامت ہے وہاں اسلام کی دعوت اور دائرہ عصر کو دنیا کے مختلف اطراف میں پھیلانے کا ذریعہ بھی ہے اور صحابی رسول ہیں، کاتب وحی ہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے برادر نسبتی ہیں اور ان کا شمار دنیا کے ممتاز دانشوروں اور سیاست دانوں میں ہوتا ہے، ان کا حکم، سرداری اور معاملہ فہمی ہمیشہ مسلم رہی ہے، انہوں نے جس تدبر و دانش کے ساتھ 20 برس تک پوری امت مسلمہ کی قیادت کی ہے وہ اسلامی تاریخ کا روشن باب ہے۔

معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ ایک حاکم اور قائد ہونے کے ساتھ ساتھ مجتہد بھی تھے ان کے اجتہادی مقام و مرتبے کا صحابہ کرام رضی اللہ تعالی عنہ کے یہاں اعتراف پایا جاتا ہے اور ظاہر ہے کہ مجتہد جب کسی مسئلے میں رائے قائم کرے گا تو اس میں ثواب اور خطا دونوں کا احتمال موجود ہو گا چنانچہ ان کے اجتہادات میں بعض معاملات کے حوالوں سے ان کے معاصر مجتہدین نے اختلاف بھی کیا ہے اور ان کے بعض تفردات بھی ہیں جو ہر صاحب اجتہاد کا حق ہوتا ہے مگر معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ کے بعض اجتہادی فیصلوں کو ایک مخصوص حلقے کی طرف سے مختلف ادوار میں اعتراض و تنقید بلکہ طعن و تشنیع کا نشانہ بنایا جاتا رہا ہے اور اس کا تسلسل اب بھی قائم ہے۔

فضائل معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ : معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ جلیل القدر صحابی رسول ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وحی الہی کے لکھنے کے لیے جن صحابہ کرام کو مقرر فرمایا تھا ان میں آپ کا اسم گرامی بھی شامل ہے آپ صلی اللہ علیہ

وسلم نے متعدد باران کے لیے دعا کی ہے ایک حدیث میں ارشاد ہے:((اللهم علم معاوية الكتاب والحساب وقه العذاب))اے اللہ معاویہ کو کتاب اور حساب کا علم سکھااوراس کو عذاب سے بچا۔(السلسلة الصحيحة 3227)

نیز سنن ترمذی کی روایت میں ہے:عن النبي صلى الله عليه وسلم عنه قال لمعاوية، اللهم اجعله هاديا مهديا واهد به. (سنن الترمذي باب المناقب لمعاويه رضي الله عنه 3842)"اے اللہ اس کو رہنمائی کرنے والا ہدایت یافتہ بنادے اوراس کے ذریعہ ہدایت کو عام کر."

اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے معاویہ کے دور کو بھی رحمت قرار دیا ہے. چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کاارشاد ہے:"أول هذا الأمر نبوة ورحمة ثم يكون خلافة ورحمة ثم يكون ملكا ورحمة".

"(السلسلۃالصحیحہ رقم الحدیث3270)

معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ کو زبان رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے جنت کی بشارت حاصل ہے جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کاارشاد ہے:"أول جيش من أمتي يغزون قد أوجبوا، وقال: أول جيش من أمتي يغزون مدينه قيصر مغفور لهم". (صحیح البخاري2924)

میری امت کا پہلا لشکر جو بحری غزوہ کرے گا انہوں نے واجب کر لیا،(یہاں مراد جنت کو واجب کر لیا ہے)اور کہا میری امت کا پہلا لشکر جو شہر قیصر سے غزوہ کرے گاان کے لیے مغفرت ہے۔

مھلب رحمہ اللہ کہتے ہیں اس حدیث میں معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ کی منقبت کو بیان کیا گیا ہے اس لیے کہ وہ پہلے شخص تھے جنھوں نے بحری غزوہ کیا تھا،اوراس حدیث میں معاویہ رضی اللہ عنہ کے بیٹے یزید رحمہ اللہ کی منقبت کو بیان کیا گیا اس لیے کہ وہ پہلے شخص تھے جنھوں نے شہر قیصر سے غزوہ کیا تھا۔ (فتح الباری102/6)

اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ کو اپنے رشتہ داری اور نسب سے جوڑا ہے، عبدالملک المیموني کہتے ہیں کہ میں نے احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے کہا: أَلَيْسَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ:"كل صهرى ونسب ينقطع الا صهري ونسبي، قال: بلى قلت: هذه لمعاوية؟ قال نعم له صهر ونسب. (السنة للخلال رقم الحديث 654) "کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں فرمایا کہ ہر رشتہ داری اور نسب منقطع ہو جائے گا سوائے میرے رشتے داری اور نسب کے؟ کہا کیوں نہیں، میں نے کہا کہ یہ معاویہ کے لیے ہے؟ کہا ہاں، اس کے لیے رشتہ داری اور نسب ہے۔"

اسی طرح معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ کاتب وحی میں سے ہیں "وهو أحد الكتبة عند رسول الله صلى الله عليه وسلم."(صحیح مسلم 2604)

اسی طرح معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ فقیہ بھی ہیں، بخاری میں ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے کہا گیا کہ آپ کا امیر المومنین معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ کے بارے میں کیا خیال ہے کیونکہ انہوں نے ایک ہی رکعت وتر پڑھی تو ابن عباس نے کہا: إنه فقيه.(376)

اسی طرح ابن مبارک سے پوچھا گیا امیر معاویہ اور عمر بن عبدالعزیز میں افضل کون ہیں تو آپ نے کہا وہ غبار جو میدان جہاد میں امیر معاویہ کے ناک میں داخل ہوا وہ غبار بھی عمر بن عبدالعزیز سے لاکھ گنا افضل ہے۔(وفات الأیان لابن خلکان 33/3)

معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ پر اعتراضات اور اس کا علمی رد :

معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ پر بہت سارے اعتراضات کیے گئے ہیں جن میں سے چند یہ ہیں:

1 : معاویہ رضی اللہ عنہ پر ظالم بادشاہ ہونے کا الزام لگایا گیا۔

جواب: معاویہ رضی اللہ عنہ کو ظالم بادشاہ ثابت کرنے والے رافضی دلالوں کو امام اقاض علی بن محمد ابی العزالدمشقی کا زوردار تماچہ ہے فرماتے ہیں: "أول ملوك المسلمين معاويه وهو خير ملوك المسلمين" **معاویہ پہلے مسلمان بادشاہ** تھے اور مسلمان بادشاہوں میں سب سے بہتر بادشاہ تھے۔ (شرح العقیدۃ الطحاویہ صفحہ 722)

یہ اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے جو امام طحاوی نے لکھا ہے پھر یہ بھی کہ امام حسن رضی اللہ عنہ نے معاویہ رضی اللہ عنہ کو خلافت سپرد کی اور بیعت بھی کی، اگر معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ ظالم بادشاہ ہوتے تو حسن اور حسین رضی اللہ عنہما بیعت نہ کرتے اور نہ ہی معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ سے تحفے قبول کرتے، اگر رافضی معاویہ رضی اللہ عنہ کو ظالم بادشاہ کہیں تو وہ حسین رضی اللہ عنہ کے تعلق سے کیا کہے گا انہوں نے بیعت کی تحفہ قبول کیا اور دونوں خاندان میں رشتہ داریاں بھی ہوئیں۔

2: بعض لوگ جھوٹی بات کرتے ہیں کہ ایک دفعہ معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ اپنے کندھے پر یزید کو لے جارہے تھے تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ جہنمی پر جہنمی سوار ہے، معاذاللہ معلوم ہوا کہ معاویہ بھی دوزخی اور یزید بھی دوزخی۔

جواب: یہ ہے دشمن صحابہ کی تاریخ پر نظر اور یہ ہے ان کی نادانی کا حال یزید کی پیدائش عثمان رضی اللہ عنہ کے دور حکومت میں ہوئی دیکھو کتاب **جامع ابن اثیر** اور **کتاب الناھیہ** وغیرہ دشمنوں نے تو نبی ﷺ کے زمانے میں یزید کو پیدا کردیا کیا یزید عالم ارواح سے معاویہ کے پر آئے لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔ (کتاب امیر معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ صفحہ 88)

3: بعض لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ معاویہ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بدعادی چنانچہ مسلم کی حدیث لاتے ہیں کہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک بار مجھے نبی ﷺ نے حکم دیا کہ امیر معاویہ کو بلاؤ میں بلانے گیا تو کھانا کھارہے تھے میں نے عرض کیا اللہ کے رسول وہ کھانا کھارہے ہیں تو نبی نے فرمایا ان کا پیٹ نہ بھرے اور نبی کی دعا بھی قبول ہوئی (صحیح مسلم 2604)

جواب: اعتراض کرنے والے نے اس حدیث کو سمجھنے میں غلطی کی کم از کم اتنی ہی بات سمجھ لی ہوتی کہ جو نبی ﷺ گالیاں دینے والوں کو معاف کر دیتے ہیں وہ نبی اس موقع پر معاویہ کے خلاف بددعا کیوں کریں گے دوسری بات یہ ہے کہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالی عنہ نے معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ سے یہ کہا بھی نہیں کہ آپ کو نبی ﷺ بلا رہے ہیں صرف دیکھ کر خاموش واپس لوٹ آئے اور نبی ﷺ سے واقعہ عرض کیا تیسری بات معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ کا کوئی قصور تھا اور نہ کوئی خطا کہ نبی ﷺ ان کے خلاف بددعا کریں یہ بات ناممکن ہے، چوتھی بات عرب میں اس طرح کا محاورہ پیار اور محبت کے موقع پر بھی بولتے ہیں ان سے بددعا مقصود نہیں ہوتی تیرا پیٹ نہ بھرے، تجھے تیری ماں روئے، تیرے ناک خاک آلود ہو۔

وغیرہ کلمات غضب کے لئے نہیں بلکہ کرم کے لیے بھی بولتے ہیں اگر مان بھی لیا جائے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے معاویہ کے خلاف بدعا کی تھی تو یہ بددعا معاویہ کے لیے رحمت ثابت ہوئی اللہ نے اتنا بھرا اور اتنا مال دیا کہ انہوں نے سینکڑوں کا پیٹ بھر دیا۔

4 :امیر معاویہ پر خلافت طلبی کا الزام:

معاویہ رضی اللہ عنہ پر ایک الزام یہ بھی کہ آپ کے اور علی رضی اللہ عنہ کے درمیان ہونے والی جنگ کا سبب معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ کی منصب طلبی ہے، عثمان رضی اللہ تعالی عنہ کی وفات کے بعد شام کی ولایت معزول ہونے پر انہوں نے محض خلیفہ بننے کے غرض سے علی رضی اللہ عنہ کے خلاف بغاوت کی اور بغیر کسی صحابی کے مشورے کے انہوں نے اپنی خواہش کی تکمیل کے لیے مسلمانوں میں تفریق پیدا کی۔

جواب: واضح رہے کہ معاویہ رضی اللہ عنہ نے خلافت علی کی کبھی بھی مخالفت نہیں کی بلکہ آپ کے فضل کے معترف اور خلافت کی اہلیت کے قائل تھے ابن کثیر نے معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ کے حوالے سے نقل کیا ہے علی سے کہو کہ وہ

قاتلین عثمان سے قصاص لیں، پھر اہل شام میں سب سے پہلے بیعت کے لیے میں ہی آگے بڑھوں گا۔(البدایہ والنہایہ (360/7

اس لیے آپ قبل از بیعت قاتلین عثمان سے قصاص لینے کے خواہاں تھے جبکہ علی نے ماحول کے ساز گار ہونے تک معاویہ کو مؤخر رکھنا چاہا، معاویہ اپنے اس اجتہاد میں تنہا نہیں تھے بلکہ آپ کے ساتھ جماعت میں جلیل القدر صحابہ کی ایک بڑی جماعت بھی تھی صحابہ کی عدالت و صداقت رب کی رضا گوئی اور نبوی تربیت سے قطع نظر منصب طلبی اور ذاتی منفعت کی غرض سے ایک دوسرے کے خلاف بر سر پیکار ہونے کا الزام حاسدین معاویہ کی جانب سے آپ کی بالخصوص اور دیگر صحابہ کے بالعموم عدالت میں طعن کرنے کی ایک ناپاک سازش ہے، اگرچہ معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ نے اس اجتہاد میں خطا پر تھے مگر ان کی اجتہادی خطا پر بھی إذا إجتهد الحاكم........کے تحت باعث اجر و ثواب ہے، ہاں دشمنان معاویہ کی طرف سے قاتلین عثمان کے قصاص کے مطالبے کو خلافت تک رسائی کا ذریعہ بنانے کا الزام لگایا جاسکتا ہے مگر سوال یہ ہے کہ بالفرض اگر علی نے قاتلین عثمان سے قصاص کے مطالبے کو پورا کر دیا ہوتا تو کیا معاویہ بھی اپنی مخالفت پر اڑے رہتے ظاہر ہے نہیں۔

اگر وہ ایسا کرتے تو ان کی عدالت میں طعن اور دیگر لوگوں کا معاویہ سے تنفر کا بڑا سبب بنتا جبکہ امیر معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ کے دانشمندی اور سیاستدانی کے پیش نظر یہ بات انتہائی احمقانہ معلوم ہوتی ہے کہ اس جیسی کمزور چیزوں کو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ خلافت کے حصول کا ذریعہ بنائیں یہ معلوم ہونا چاہیے کہ علی نے امیر معاویہ اور ان کے اصحاب کے مطالبہ قصاص کو خروج الخلیفہ سمجھ کر قتال کی ابتدا کی جبکہ معاویہ وغیرہ کا اجتہاد یہ تھا اگر انہیں قتل کیا گیا تو وہ مظلوم ہوں گے۔ مزید برآں ابن عباس رضی اللہ عنہ نے من قتل مظلومة....سے معاویہ کے مطالبے قصاص کے جواز کا استدلال کیا ہے۔

5 : معاویہ پر ایک الزام یہ ہے کہ حسن بن علی کی وفات معاویہ رضی اللہ عنہ کے حکم سے دیے گئے زہر کے زیر اثر تھی۔

جواب: اس کے تعلق سے کوئی بھی صحیح اور معتبر روایت موجود نہیں بلکہ روافض کے تراشیدہ بہتانوں میں سے ایک ہے مزید یہ کہ مذکورہ الزام دو وجھوں سے محال ہے امیر معاویہ کو امور خلافت سپرد کر دینے کے بعد انہیں حسن سے کسی چیز کا کوئی خوف نہ تھا، پھر زہر دینا چہ معنی دارد ؟

دوسری بات یہ ایک غیبی بات ہے جسے بغیر کسی ثبوت کے بیان کرنا حسد کے علاوہ کچھ اور نہیں۔(العواصم 22022)

جن موضوع روایتوں پر اس الزام کی بنیاد رکھی گئی ہے ان میں سے ایک یہ ہے: وروى بعضهم أن يزيد بن معاوية بعث إلى جعدة بنت الأشعث أن سمي الحسن وأنا أتزوجك بعده، ففعلت، فلما مات الحسن بعثت إليه فقال: إنا والله لم نرضك للحسن أفنرضاك لأنفسنا؟ (البدایہ والنھایہ 43/8)

پھر ابن کثیر کہتے ہیں: وعندي أن هذا ليس بصحيح، وعدم صحته عن أبيه معاوية بطريق الأولى والأحرى. (ایضا) اسی طرح تمام روایتوں پر محدثین نے وضع وضعف کا حکم لگایا ہے ۔

پھر کیا معاویہ اور یزید اس قدر سادہ لوح ہیں کہ اس خطرناک جرم کے لیے حسن کی بیوی کا انتخاب کرتے۔

دوسری بات یہ ہے کہ کیا جعدۃ کسی شرف اور دولت کی محتاج تھیں جبکہ ان کے باپ قبیلے کندۃ کے امیر تھے اور شوہر حسن رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر صحابی اور اگر امیر معاویہ نے میدان خلافت کو تمام قسم کی رکاوٹوں سے صاف کرنے کے غرض سے یہ اقدام کیا تھا تو محض حسن بن علی ہی نہیں بلکہ ان کے ساتھ صحابہ کی ایک بڑی جماعت کو بھی اس زد میں آنا چاہیے تھا۔

اگر ہم طبّی ناحیے سے دیکھیں تو بھی تاریخ میں ایسی کوئی چیز نہیں ملتی جس سے اس خبر کو تقویت مل سکے جبکہ زہر کے زیر اثر مرنے والے شخص کی آنکھ، کان، منہ، معدے اور پاخانہ کے راستے کے عموماً سیلان خون کا واقعہ پیش آیا کرتا ہے حالانکہ حسن کی وفات کے وقت ایسا کچھ بھی نہیں ہوا۔

6 :ایک اعتراض یہ بھی کیا جاتا ہے کہ معاویہ نے اپنے بیٹے یزید کو اپنا جانشین اور ولی عہد کیوں بنایا جبکہ اس کے اندر قیادت کی صلاحیت مفقود تھی شراب نوشی اور اس جیسی کئی برائیوں اور گناہ کبیرہ کے ارتکاب کا عادی تھا یہ محض بادشاہت کو اپنی خاندان میں باقی رکھنے کی امیر معاویہ کی ایک کارگر سازش تھی ۔

جواب: پہلے یزید رحمہ اللہ کی پرورش اور تربیت پر تھوڑا روشنی ڈالنا مناسب معلوم ہوتا ہے یزید امیر معاویہ کے تنہا صاحبزادے تھے آپ کے والد نے آپ کی تربیت میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں ہونے دیا معاویہ نے آپ کی خالص دینی تربیت کی اور سیاسی تقاضوں کو بھی پورا کیا، زبان میں پختگی اور فصاحت وبلاغت پیدا کرنے کے غرض سے دیہات بھیج دیا ابن حجر لکھتے ہیں: وعندما رجع يزيد من البادية نشا وتربى تحت اشراف والده ونحن نعلم أن معاوية كان من رواة الحديث"(تھذیب 207/10)

ابن کثیر البدایہ النہایہ میں لکھتے ہیں"فروى يزيد بعد ذلك عن والده هذه الأحاديث" معاویہ رضی اللہ عنہ اپنے خلیفے کے بارے میں غور و فکر کرنے لگے اور اس نتیجے پر پہنچے کہ اگر اپنے بعد کسی کو جانشین نہ بنایا گیا تو فتنہ دوبارہ اور مزید قوت کے ساتھ لوٹ آئے گا لہذا انہوں نے ولی عہد کے انتخاب کا حتمی فیصلہ کر لیا لہذا امیر معاویہ والی عہد کی تقرری کے لیے اہل شام سے مشورہ طلب کرتے ہیں تو انہوں نے رائے پیش کی کہ خلیفہ بنی امیہ ہی سے کوئی شخص ہو لہذا انہوں نے اپنے بیٹے یزید کا تعین کیا اور شہروں کی طرف خطوط بھیج دیے اور سبھوں نے موافقت کا اظہار کیا۔

(سیر أعلام النبلاء 186/3)

ہاں مدینہ کے بعض حضرات نے ممانعت کی مگر ممانعت کا تعلق اس فکرہ سے تھی نہ کہ یزید کی شخصیت کے بارے میں۔

ابن حزم الفصل فی الملل والنحل میں لکھتے ہیں "واعتبر معاوية معارضة هؤلاء ليست لها أثر وأن البيعة قد تمت حيث أجمعت الأمة على هذه البيعة" اوراس کے علاوہ کئی اجتماعی، شخصی، ملکی اور مشاورتی اسباب تھے جن کی وجہ سے معاویہ نے یزید کو بطور جانشین منتخب کیا۔

اس بات کی طرف اشارہ کرنا ضروری ہے کہ بعض مؤرخین جنہیں واقعے کی صحت وضعف کے حوالے سے حاطب اللیل کہنا درست ہے یزید کے تعلق سے "كان شابا لاهيا عابثا مغرما بالصيد شرب الخمر وتربية الفهود والقرد والكلاب" ان جیسی عبارتوں کو نقل کیا ہے جن کی بنیاد صرف اور صرف موضوع اور ضعیف روایتیں ہیں اور تاریخ کی صحیح کتابوں میں مذکورہ صورتحال کے خلاف تراشیدہ الزامات کے عین مخالف ہیں۔

آخر میں اللہ تعالی سے دعا ہے کہ اللہ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ کے تئیں ہمارے دلوں کو پاک وصاف رکھے اور تمام صحابہ سے محبت کرنے کی توفیق دے آمین۔

فقہ میں ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ کا مقام اور احناف

دلاور حسین بن اسماعیل حسین الجامعی

قرآن مجید آخری صحیفہ ہدایت ہے جسے اللہ تعالی نے اپنے بندوں کے لیے نازل کیا اس کے ساتھ ساتھ حدیث بھی جو کہ دستور ابدی ہیں جنکی حفاظت کا ذمہ خود اللہ تعالی نے لیا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: (إنا نحن نزلنا الذكر وإنا له لحافظون)[سورہ حجر 9] اللہ تعالیٰ نے منزل وحی کو لفظِ "ذکر" سے تعبیر کیا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ جس طرح قرآن کریم کو محفوظ کیا گیا ہے اسی طرح سیرے تابندہ نقوش اور آپ کے فرمودات کو بھی محفوظ کر کے قیامت تک کے لیے باقی رکھا گیا ہے۔[دیکھیں "الأحكام في اصول الأحكام" (98/1،ط. دار الآفاق الجدیدۃ)الامام ابو محمد بن حزم] اور اسکے اولین محافظ صحابہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مابین حفظِ حدیث میں جو شہرت و مقبولیت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو حاصل ہوئی وہ کسی دوسرے صحابی کو نہیں حاصل ہوئی، آپ قارئین کو حدیث کی کوئی ایسی کتاب نہیں ملے گی جس میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا ذکر نہ ہو، لیکن اس کے باوجود بعض لوگ آپ کی قوت حفظ اور فقاہت کو تسلیم نہیں کرتے، اس لیے اس تحریر میں صحابہ کرام کے نزدیک آپ کا مقام و مرتبہ، قوت حفظ، اور فقاہت پر خامہ فرسائی کی گئی ہے، اس سے قبل آپ قارئین کرام کو ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا مختصر تعارف کرانا مناسب ہوگا.

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا مختصر تعارف:

زمانہ جاہلیت میں آپ کا نام کیا تھا اس بارے میں مختلف اقوال ہیں لیکن ان میں سے راجح قول کے مطابق "عبد شمس" تھا[اِلاصابہ [202/4]

اسی طرح قبول اسلام کے بعد آپ کے نام کے سلسلے میں بھی اختلاف ہے، لیکن ان میں سے راجح قول کے مطابق "عبد الرحمن بن صخر" تھا[الاصابہ [204/4]

آپ کی کنیت "ابوہریرہ" کیسے پڑی اس سلسلے میں دو قول ہیں :

1-ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ کہتے ہیں کہ میں اپنے گھر کی بکریاں چرایا کرتا تھا واپسی پر میں نے ایک بلی کا بچہ اپنے آستین میں چھپا کر لایا لوگوں نے جب بلی کے بچہ کی آواز سنا تو پوچھا یہ کیا ہے؟ میں نے کہا یہ بلی کا بچہ ہے جو مجھے راستہ میں ملا اس پر ان لوگوں نے مجھے ابو ھریرۃ" کہا تب سے یہ کنیت مشہور ہو گئی۔(سیر أعلام النبلاء2/588)

2-ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے ابوہریرہ کہہ کر بلاتے تھے اور لوگ بھی مجھے ابوھریرہ کہہ کر بلاتے تھے۔[صحیح مستدرک حاکم3/506]اور صحیح بخاری میں مختلف مقامات پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو ابوہریرہ کہا ہے۔[صحیح بخاری99]

قبول اسلام: جمہور علماء سیر نے یہ خیال ظاہر کیا کہ آپ ہجرت نبوی سے پہلے اپنے وطن یمن میں طفیل بن عمرو دوسی رضی اللہ عنہ کے دعوت سے مشرف بااسلام ہوئے۔[الاصابہ4/204]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کا تعلق:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کا کوئی نسبی تعلق نہیں تھا بلکہ آپ سے اتھاہ قلبی تعلق تھا۔

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بے انتہا محبت تھی جیسا کہ انہوں نے خود کہا" يارسول الله إني إذا رأيتك طابت نفسي وقرت عيني "[مسند احمد17932 اسنادہ صحیح رجالہ ثقات]اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم یقیناً جب میں آپ کو دیکھتا ہوں تو میرا دل بھا جاتا ہے اور میری آنکھیں ٹھنڈی ہو جاتی ہیں۔

آپ رضی اللہ عنہ قبیلہ دوس کے نیک انسان تھے:

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم کس قبیلہ سے ہو؟ میں نے عرض کیا: میں قبیلہ دوس کا ہوں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نہیں جانتا تھا کہ دوس میں کوئی ایسا آدمی بھی ہوگا جس میں خیر ہوگی۔[سنن الترمذي3838صحه الالباني]

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کا شرف حاصل ہوا:

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں... کہ میں نے کہا: يا رسول الله ! ادع الله أن يهدي أم أبي هريرة فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم اللهم أهد أم أبي هريرة "اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم آپ اللہ سے دعا کیجئے کہ ابوہریرہ کی ماں کو ہدایت عطا کرے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی اے اللہ ابوہریرہ کی ماں کو ہدایت عطا کر دے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا قبول کی، پھر ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "يا رسول الله! ادع الله أن يحببني أنا و أمي إلى عباده المؤمنين ، و يحببهم إلينا قال فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم اللهم حبب عبيدك هذا – يعني أبا هريرة – و أمه إلى عبادك المؤمنين و حبب إليهم المؤمنين " فما خلق مؤمن يسمع بي ولا يراني إلا أحبني" اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم آپ اللہ سے دعا کر دیجیے کہ میں اور میری والدہ مومن بندوں کے نزدیک محبوب بن جاؤں، اور انہیں ہمیں محبوب بنادے تو رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے اللہ تیرا یہ چھوٹا بندہ (ابوہریرہ) اور اسکی والدہ کو تیرے مومن بندوں کے نزدیک محبوب بنادے اور مومن بندوں کو انکے نزدیک محبوب بنادے" چنانچہ کوئی مومن پیدا نہیں ہوا جس نے میرے بارے میں سنا یا مجھے دیکھا ہو اور مجھ سے محبت نہ کی ہو۔[صحیح مسلم باب من فضائل أبي هريرة 2491]

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے لیے برکت کی دعا کی:

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں کچھ کھجوریں لے کر حاضر ہوا، میں نے عرض کیا: اللہ کے رسول! ان میں برکت کی دعا فرما دیجئیے، تو آپ نے انہیں اکٹھا کیا پھر ان میں برکت کی دعا کی اور فرمایا: انہیں لے جاؤ اور اپنے توشہ دان میں رکھ لو اور جب تم ان میں سے کچھ لینے کا ارادہ کرو تو اس میں اپنا ہاتھ ڈال کر لے لو، اسے بکھیرو نہیں چنانچہ ہم نے اس میں سے اتنے اتنے وسق اللہ کی راہ میں خرچ کیے اور ہم اس میں سے کھاتے اور کھلاتے بھی تھے اور وہ (تھیلی) کبھی میری کمر سے جدا نہیں ہوتی تھی، یہاں تک کہ جس دن عثمان رضی اللہ عنہ قتل کئے گئے تو وہ ٹوٹ کر کہیں گر گئی۔ [سنن الترمذي 3839 حسنه الألباني]

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور طلب حدیث کی حرص:

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ حصول علم کے شدید حریص تھے، آپ حصول علم کے لئے کھانے پینے کی پروا نہیں کرتے تھے جیسا کہ ایک طویل حدیث میں درج ہیکہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اللہ کی قسم میں بھوک کی وجہ سے اپنے پیٹ کو زمین پر سہارا دے لیتا تھا اور بھوک کے غلبہ کی وجہ سے پیٹ پر پتھر باندھ لیتا تھا۔ [مسند احمد 10679 صحیح علی شرط البخاري] اسی طرح ایک دوسرے مقام پر فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں اس لئے رہتا تھا تاکہ آپ سے علم حاصل کر سکوں، یا آپ ایک لقمہ کھلا دیں۔ [سیر أعلام النبلاء 2/617 رواتہ ثقات]

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے طلب حدیث کی شدت حرص کی گواہی دی صحیح بخاری میں آپ رضی اللہ عنہ سے مروی ہیکہ میں نے کہا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! قیامت کے دن آپ کی سفارش کی سعادت سب سے زیادہ کون حاصل کرے گا؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! **لقد ظننت يا أبا هريرة أن لا يسألني عن هذا الحديث أحد أول منك ، لما رأيت من حرصك على الحديث** .... میرا یہی خیال ہے کہ یہ (حدیث) بات

تم سے پہلے اور کوئی مجھ سے نہیں پوچھے گا کیونکہ میں تمہیں حدیث کے سلسلے میں بہت زیادہ حریص پاتا ہوں، قیامت کے دن میری شفاعت کی سعادت سب سے زیادہ اسے حاصل ہوگی جس نے خلوص دل سے کلمہ لاالہ الااللہ پڑھا ہو گا.[صحیح بخاری[6570]

آپ ہمیشہ اس بات کے لئے کوشاں رہتے کہ کس طرح سے آپ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے علم حاصل کر سکیں، چنانچہ سنن ترمذی میں درج ہیکہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کون ہے جو پانچ چیزیں سیکھنا چاھتا ہے تاکہ اس پر عمل کرے یا کسی کو سکھائے جو اس پر عمل کرے، تو ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم "میں ایسا کروں گا" اس پر رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑا اور ان پانچ باتوں کو گن کر بتلایا 1- تم حرام چیزوں سے بچو، تمام لوگوں میں سے زیادہ عابد ہو جاؤگے۔ 2-اللہ تعالیٰ کی تقسیم شدہ رزق پر راضی رہو، سب لوگوں سے زیادہ بے نیاز رہوگے۔ 3-اپنے پڑوسی کے ساتھ احسان کرو پکے سچے مومن رہوگے۔ 4-دوسروں کے لیے وہی پسند کرو جو اپنے لیے پسند کرتے ہو سچے مسلمان ہو جاؤگے اور 5-زیادہ نہ ہنسو کیوں کہ زیادہ ہنسنا دل کو مردہ کر دیتا ہے۔[ترمذی 4217 حسنہ الألباني]

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ حدیث کے سب سے بڑے حافظ تھے:

عبداللہ بن شقیق رحمہ اللہ سے مروی ہیکہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: لا أعرف أحدا من أصحاب رسول الله أحفظ لحديثه مني" میں صحابہ میں سے کسی کو نہیں جانتا جو مجھ سے زیادہ حدیث کے حافظ ہو۔

[سیر اعلام النبلاء [599/2]

اسی طرح بخاری کی روایت میں ہمام بن منبہ سے مروی ہیکہ میں نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا انہوں نے کہا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کوئی مجھ سے زیادہ حدیث روایت کرنے والے نہیں تھے سوائے

عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کے کیونکہ وہ (احادیث) لکھا کرتے تھے اور میں نہیں لکھتا تھا۔(صحيح البخاري[113]

ابن عمر رضی اللہ عنہ نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو حدیث کے سب سے بڑے عالم مانتے تھے جیسا کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہیکہ ایک مرتبہ وہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے پاس سے گزرے اور وہ حدیث بیان کر رہے تھے "من تبع جنازة فله قيراط "یعنی جو شخص جنازہ کے پیچھے جائے گا اسے ایک قیراط ثواب ملے گا، تو ابن عمر نے کہا دیکھو تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ کیا بیان کر رہے ہو؟ تو ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے انکا ہاتھ پکڑ کر عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس لایا اور ان سے کہا انشدكِ بالله "میں آپ کو اللہ کا واسطہ دلاتا ہوں "کیا آپ نے رسول اللہ صلی الہ علیہ وسلم سے یہ کہتے ہوئے نہیں سنی "من تبع جنازة فله قيراط ؟ تو عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا جی ہاں: اس پر ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت سے نہ کھیتی باڑی مانع تھی اور نہ ہی تجارت، بے شک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کرتا تھا تاکہ آپ مجھے علم سکھا دیں یا کھانا طلب کرتا تھا تاکہ معمولی خوراک مل جائے، تو ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا آپ ہم سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہے ہیں اور آپ ہم سے بڑے حدیث کے عالم ہیں۔[سیر أعلام النبلاء 2/617 روایتہ ثقات]

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ احادیث رسول سننے کے بعد حتی المقدور اسے حفظ کرنے کی کوشش کرتے لیکن جب انہیں احساس ہوا کہ حدیث رسول بھول جاتے ہیں تو انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بات کی شکایت کی: یارسول اللہ! إني أسمع منك حديثا كثيرا أنساه؟[صحيح البخاري 119] "اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں آپ سے بہت سی حدیثیں سنتا ہوں لیکن میں بھول جاتا ہوں "آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنی چادر پھیلاؤ تو میں نے اپنی چادر پھیلائی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونوں ہاتھوں سے چلو سا بنایا (اور چادر میں ڈال دیا) پھر فرمایا: "اسے اپنے اوپر لپیٹ لو۔" میں نے اسے لپیٹ لیا، اس کے بعد میں کوئی چیز نہیں بھولا۔

امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اپنے زمانہ میں راویان حدیث میں سب سے بڑے حافظ تھے۔ [سیر أعلام النبلاء [599/2]

امام ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا حفظ حدیث نبوی معجزہ میں سے تھا۔[سیر اعلام النبلاء [594/2]

فقہ میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا مقام:

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو فقہ میں بہت بڑا مقام و مرتبہ حاصل ہے، اسلئے کہ آپ حدیث کے سب سے بڑے حافظ تھے اور حافظ قرآن بھی تھے، قرآن و حدیث کے علم کے بغیر تفقہ دین ناممکن ہے کیونکہ یہی اصل فقہ ھے، آپ کی فقاہت و حفظ حدیث کی وجہ سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ کو فتوی دینے کو کہتے۔

معاویۃ بن ابی عیاش الانصاری سے مروی ہیکہ وہ ابن الزبیر کے ساتھ بیٹھے تھے اور محمد بن ایاس بن البکیر نے ایک شخص کے بارے میں مسئلہ دریافت کیا جس نے دخول سے پہلے تین طلاقیں دے دی، تو انہیں ابو ہریرہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس بھیجا گیا اور آپ دونوں عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس تھے اور یہ شخص انکے پاس جاکر مذکورہ مسئلہ دریافت کیا، تو ابن عباس رضی اللہ عنہ نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہا" افته يا أبا هريرة "اۓ ابو ہریرہ آپ فتوی دیجیۓ" یقینا یہ بڑا مشکل مسئلہ ہے تب ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ ایک طلاق بائین ہو گی اور تین سے وہ حرام ہو گی اور ابن عباس نے بھی یہی فتویٰ دیا۔[موطأامام مالک 1659 اسنادہ صحیح]

اسی طرح ابن عباس رضی اللہ عنہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے نماز کے متعلق مسائل دریافت کرتے اور انکے فتوی کے مطابق عمل کرتے۔[دفاع عن ابي ہریرۃ ص–99] یہ آپ کی فقیہ ہونے کی دلیل ہے کیونکہ اگر آپ فقیہ نہ ہوتے تو ایک فقیہ غیر فقیہ سے مسائل دریافت نہ کرتے اور نہ ہی مسائل دریافت کرکے اس پر عمل پیرا ہوتے۔

آپ رضی اللہ عنہ ہمیشہ امر بالمعروف والنہی عن المنکر کا فریضہ انجام دیتے چنانچہ جب بیع صکوک (یعنی غلہ پر قبضہ سے پہلے اسے فروخت کرنے) کا سلسلہ شروع ہوا تو آپ نے گورنر مدینہ مروان بن الحکم سے کہا آپ نے سودی تجارت کی اجازت دے دی جبکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے غلہ کی بیع اس وقت تک منع کیا ہے جب تک اس پر قبضہ نہ ہو جائے، تو مروان بن الحکم نے لوگوں سے مخاطب ہو کر اس سے منع کیا۔ [مسند احمد 8365 اسنادہ قوي، ما صح من آثار الصحابة في الفقه [924]

کبار صحابہ کی نظر میں آپ کا فقہی مقام:

عمر رضی اللہ عنہ احادیث کے سلسلہ میں کافی احتیاط سے کام لیتے تھے اور عام طور پر کثرت روایت کو نہ پسند کرتے تھے چنانچہ آپ نے جن مکثرین صحابہ کو کثرت روایت سے منع کیا تھا۔ ان میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بھی تھے لیکن بعد میں آپ کے علم و قوتِ حفظ اور زہد و تقوی کو دیکھ کر آپ کو حدیث بیان کرنے کی اجازت دے دی۔ ایک مرتبہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بحرین سے مدینہ واپس آرھے تھے تو "**ربذہ**" کے مقام پر اھل عراق میں سے کچھ لوگ جو حالت احرام میں تھے آپ سے مسئلہ دریافت کیا "کیا غیر مُحرم (جو حالت احرام میں نہ ہو اس) کا شکار کیا ہوا گوشت کھا سکتے ہیں تو انہوں نے اسے کھانے کا حکم دیا (یعنی جواز کا فتوی دیا) مدینہ آنے کے بعد آپ نے اسکا ذکر عمر رضی اللہ عنہ سے کیا تو انہوں نے اسکا جواب پوچھا ابوھریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے انہیں جواز کا فتوی دیا ھے تو اس پر عمر رضی اللہ عنہ نے کہا! لو افتيتهم بغير ذلك لاوجعتك، اگر تم نے انہیں کوئی اور فتوی دیا ہوتا تو میں تمہیں سزا دیتا۔ [موطأ امام مالک 1009-1010 اسنادہ صحیح]

لفظ "**اوجعتك**" "میں تم کو سزا دیتا" اس سے بعض لوگوں کو یہ غلط فہمی ہوتی ہے کہ شاید عمر رضی اللہ عنہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو پوری طرح فتوی دینے کا اھل نہیں سمجھتے تھے، لیکن واقعہ اسکی تائید نہیں کرتا اس لیے کہ اگر عمر

رضی اللہ عنہ ابو هریره رضی اللہ عنہ کو فتوی دینے کا اهل نہیں سمجھتے تو بحرین میں قضا کا محکمہ آپ کے سپرد نہ کرتے اور نہ ہی مدینہ میں آپ کو فتوی دینے کا مجاز قرار دیتے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ وہ جلیل القدر صحابی ہے جن کے لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی"**اللهم فقهه في الدين** "[صحیح بخاری 143]ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے ان کے حضور میں ان کے فتویٰ کے بر خلاف فتویٰ دیا بالآخر ابن عباس رضی اللہ عنہ نے ان کا فتویٰ تسلیم کیا جیسا کہ ابو سلمہ بن عبد الرحمن سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ ایک شخص ابن عباس رضی اللہ عنہ کے پاس آیا جبکہ اس وقت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بھی ان کے پاس بیٹھے ہوئے تھے اس شخص نے مسئلہ پوچھا کہ آپ مجھے اس عورت کے متعلق بتائیں جس نے اپنے شوہر کی وفات سے چالیس راتیں بعد بچہ جنم دیا ہو،ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: دونوں عدتوں میں طویل تر عدت (یعنی چار مہینہ دس دن) ہے میں (ابو سلمہ بن عبدالرحمن) نے کہا{وأولات الأحمال أجلهن أن يضعن حملهن} "[سورۃ الطلاق 4] " حاملہ عورتوں کی عدت انکے وضع حمل تک ہے "ابو هریره رضی اللہ عنہ نے کہا میں اپنے بھتیجے (یعنی ابو سلمہ) کے فتویٰ پر ہوں آخر ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اپنے غلام کریب کو ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں یہ مسئلہ دریافت کرنے کے لیے بھیجا ام المؤمنین رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ سبیعہ الاسلمیہ رضی اللہ عنہا کے شوہر شہید کر دیے گئے تھے جبکہ وہ اس وقت حاملہ تھی اسکے شوہر کی وفات کے 40 راتوں بعد اس نے بچہ جنم دیا پھر ان کے پاس نکاح کا پیغام بھیجا گیا تو رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نکاح کر دیا[صحیح بخاری[4909]

آپ رضی اللہ عنہ صحابہ کرام کی موجودگی میں فتویٰ دیتے تھے:

جیسا کہ ایک طویل حدیث میں ہے کہ ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ کی مجلس میں بیٹھتے اور آپ ابو ہریرہ کی بیان کردہ حدیث کی تصدیق کرتے۔[صحیح مسند احمد[7927]

احناف کاابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو غیر فقیہ قرار دینا:

احناف کہتے ہیں کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ غیر فقیہ تھے انکا اصول یہ ہیکہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت اگر قیاس کے موافق ہو تو اس پر عمل کیا جائے گا اور جو روایت قیاس جلی کے مخالف ہوا گرامت اسے قبول کرے تو اس پر عمل کیا جائے گا ورنہ قیاس جلی کو انکی روایت پر مقدم کیا جائے گا۔[اصول سرخسی 1/241، منتخب الحسامی ص۔ 140-141]اسی وجہ سے احناف ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث مصراۃ پر قیاس کو مقدم کرتے ہیں اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو غیر فقیہ کہہ کر حدیث کو رد کرنے کی کوشش کرتے ہیں. حدیث یہ ہیکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" لَا تُصَرُّوا الْإِبِلَ وَالْغَنَمَ، فَمَنِ ابْتَاعَهَا بَعْدُ فَإِنَّهُ بِخَيْرِ النَّظَرَيْنِ بَيْنَ أَنْ يَحْتَلِبَهَا ؛ إِنْ شَاءَ أَمْسَكَ، وَإِنْ شَاءَ رَدَّهَا وَصَاعَ تَمْرٍ "[صحیح بخاری2148]اونٹنی اور بکری کے تھنوں میں دودھ نہ روکو اور جس نے دودھ بستہ جانور خریدا اسے دوھنے کے بعد (تین دن تک) اختیار ہے چاہے تو اسے اپنے پاس رکھ لے اور اگر چاہے تو اسے ایک صاع کھجور کے ساتھ واپس کرے ".

ویسے قاعدہ متفق علیہ ہے کہ گر کوئی شخص کسی کا سامان نقصان کردے تو وہ چیز اسے خرید کردے گا اور اگر وہ چیز نہیں ملتی تو اس کی قیمت دی جائے گی یعنی سزا کے بدلے اسی جیسی سزا دی جائے۔[الأشباه والنظائر للسيوطي صـ 356 ، القواعد والضوابط الفقهية في الضمان المالي 448 ، نيل الأوطار 223/5]مطلب دودھ کے بدلے میں دودھ دیا جائے یا اسکی قیمت دی جائے نا کہ کھجور، لیکن یہ بات درست نہیں ہے؛ کیونکہ اصل قرآن وسنت ہے اور قیاس یہ فرع ہے، فرع کے ذریعے اصل کی رد نہیں کی جاسکتی بلکہ صحیح حدیث ایک مستقل قاعدہ ہے، تو یہاں پر یہ کہا جائے گا کہ کوئی شخص کسی کا کوئی چیز نقصان کردے تو اس کی بھرپائی کا طریقہ یہ ہے کہ یا تو وہ چیز خرید کردے یا اس کی قیمت دے سوائے مصراۃ والے جانور کے نہ اسمیں قیمت دیگا اور نہ وہ سامان خرید کر دیگا بلکہ کھجور دیگا، تاکہ امت

کے درمیان ایک جو دائمی جھگڑا پیدا ہونے کی شکل تھی اس جھگڑے کو ختم کیا جاسکے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ بات قیاس کے انتہائی زیادہ موافق ہے اس لیے کہ دودھ تھن میں جو موجود ہے خریدتے وقت کتنا دودھ موجود تھا اور خریدنے کے بعد دوہنے کے درمیان کتنا اضافہ ہوا جسکی تعین کوئی عدالت نہیں کرسکتی،اس لیے اسکے بدلے میں کھجور دی جائے گی۔ واللہ اعلم.[تفصیل کے لئے دیکھیں: فتح الباري لابن حجر 4/361-369]

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جمہور اہل علم نے ظاہر حدیث پر عمل کیا اور ابن مسعود وابوہریرہ رضی اللہ عنہما نے اسی حدیث کے مطابق فتوی دیا اور صحابہ میں سے کوئی انکی مخالفت کرنے والے نہیں تھے اور بے شمار تابعین وتبع تابعین کا یہی قول ہے اور اسمیں کوئی تفریق نہیں کی کہ دودھ جو دوھا گیا ہے وہ کم ہے یا زیادہ اور نہ ہی اس درمیان کوئی تفریق کی کہ کھجور اسی شہر کے خوراک ہوگا یا نہیں۔[دیکھیں: فتح الباري [364/4]

اور یہ بات واضح رہے کہ قاضی ابویوسف اور زفر بن ھذیل جو کہ کبار حنفیہ میں سے ہیں انہوں نے قیاس کو ترک کرکے حدیث رسول پر عمل کیا۔[دفاع عن ابي هريرة ص–[240]

"ابوہریرہ غیر فقیہ تھے" اسی بات کا جواب دینے کے لیے امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث کے بعد (والی حدیث) ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا فتوی ذکر کیا ہے[بخاری 2149]

اگر اس حدیث کو روایت کرنے کی وجہ سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ غیر فقیہ ٹھہرتے ہیں تو عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ جنہیں احناف فقہ اور اجتہاد میں امام مانتے ہیں انکے بارے میں کیا خیال ہے جنہوں نے رائے دیا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث نہیں بیان کی، رائے تو انسان کی اپنی ہوتی ہے اور حدیث تو انسان کی بات نہیں ہوتی ہے وہ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بات ہوتی ہے، اگر حدیث روایت کرنے کی وجہ سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ پر اتنا بڑا طعن لاگو ہوتا ہے تو جو فتویٰ دے اس کے بارے میں کیا خیال ہے؟ کیا وہ بھی غیر فقیہ ہیں؟ گویا کہ یہ ایک زبردست طمانچہ ہے ان لوگوں کے

منہ پر جو یہ کہتے ہیں کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فقیہ نہیں تھے۔

چنانچہ احناف کا یہ دعویٰ (کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ غیر فقیہ تھے) باطل ہے کیونکہ بہت سارے کبار حنفی علماء نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو فقیہ قرار دیا اور غیر فقیہ کہنے والوں کی رد بھی کی جیسا کہ کمال ابن الہمام نے کہا "**أبوهريرة فقيه**" ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فقیہ ہیں، اور ابن امیر الحاج حنفی نے کہا کہ اجتہاد کے اسباب میں سے کوئی چیز ایسی نہیں ہے جو آپ رضی اللہ عنہ میں نہ پائی جاتی ہو، اور یقیناً آپ صحابہ کے زمانے میں فتویٰ دیتے تھے اور مجتہد کے علاوہ ان کے زمانے میں کوئی فتویٰ نہیں دیتا۔[دیکھیں: السنة ومكانتها في التشريع الإسلامي ص: 348)

اسی طرح ابن نجیم الحنفی نے صاحب المنار کا تعاقب کرتے ہوئے فرمایا: أبوهريرة فقيه "ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فقیہ ہیں۔[فتح الغفار بشرح المنار [88/2-89]

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بحیثیت قاضی:

علامہ معلمی یمانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: علماء کی ایک جماعت نے ذکر کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو علاء بن حضرمی رضی اللہ عنہ کے ساتھ بحرین بھیجا انہوں نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے آپ کے ساتھ حسن سلوک برتنے کا حکم دیا، آپ بتلائے کونسی چیز آپ کو زیادہ محبوب ہے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا مجھے مؤذن بنادیں اور یہ کہ مجھ سے پہلے آمین کہنے میں سبقت نہ لیں (یعنی مجھے امام بنادیں)۔[دفاع عن أبي هريرة صـ [137-138]

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بھی سنت نبوی کی اتباع میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو بحرین میں سرکاری عہدے پر مامور کر رکھا تھا۔[طبقات ابن سعد [77/4]

اسی طرح عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے جب قدامہ بن مظعون کو بحرین کی امارت کے لیے بھیجا تو ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو انکے ساتھ قاضی اور امام کے طور پر بھیجا۔[الأنوار الكاشفة[283]

امام ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ آپ رضی اللہ عنہ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں بحرین میں والی رہے اور وہاں پر آپ طلاق وغیرہ جیسے مسائل کا فتوی دیتے تھے۔[سير أعلام النبلاء [619/2-620]

صحابہ کرام کے زمانے میں قاضی فقیہ ہی ہوا کرتے تھے جیسا کہ ابن امیر الحاج حنفی رحمہ اللہ نے فرمایا...[السنة ومكانتها في التشريع الإسلامي صـ 348]اسی طرح عبدالعزیز بن احمد الحنفی رحمہ اللہ نے فرمایا: "و ما كان يفتي فِي ذلك الزمان إلا فقيه مجتهد"اور صحابہ کرام کے زمانے میں صرف فقیہ اور مجتہد ہی فتویٰ دیتے تھے " [كشف الأسرار عن أصول فخر الأسلام البزدوي[383/2]

آپ رضی اللہ عنہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں بھی بعض موقع پر امارت کے فرائض انجام دیے۔

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں مروان بن الحکم مدینہ کے گورنر تھے جب مروان بن الحکم حج کرنے جاتے تو ابوہریرہ ضی اللہ عنہ کو اپنا نائب خلیفہ مقرر کرتے ایک مرتبہ مروان بن الحکم نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو مدینہ کا نائب خلیفہ مقرر کیا تو انہوں نے نماز جمعہ میں سورہ جمعہ اور سورہ منافقون پڑھی، عبیداللہ ابن ابی رافع نے کہا کہ آپ نے وہ سورتیں پڑھی جسے علی رضی اللہ تعالی عنہ نے نماز جمعہ میں پڑھی تو ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا ان دو سورتوں کو میرے حبیب ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھی ہے۔[مسند احمد 9550 اسنادہ صحیح علی شرط صحیح مسلم، صحیح مسلم[2087]

خلاصہ کلام یہ ہے کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ صحابہ کرام میں سب سے بڑے حافظِ حدیث تھے آپ بلاشبہ دقیق علم والے ، مجتہد فقیہ اور مفتی تھے، صحابہ کرام کے زمانے میں آپ رضی اللہ عنہ فتوی دیتے تھے، لہذا آپ رضی اللہ عنہ کو غیر فقیہ کہنا درست نہیں ہے۔

گردن کا مسح اور احناف

محمد مجتبی محمد مصطفی الجامعی
طالب جامعۃ الملک سعود

"مسح الرقبة وبعض مشايخنا يقول إنه ليس من أعمال الوضو والأصح أنه استحسن في الوضو "

[المبسوط1/ 10 البحر الرائق 29/1 ، بدائع الصنائع 1/ 23] " **گردن کا مسح**: ہمارے **بعض مشائخ** کہتے ہیں کہ یہ **اعمال** وضو میں سے نہیں ہے لیکن زیادہ صحیح یہ ہے کہ یہ وضو میں مستحسن ہے۔

گردن کے مسح کے مستحب ہونے پر فتح القدیر میں موجود جس روایت سے استدلال کرتے ہیں وہ ہے(لأنه عليه الصلاة والسلام مسح ظاهر رقبته مع مسح الرأس))[البحر الرائق 1 /29]

نبی صلی اللہ علیہ وسلم سر کے مسح کے ساتھ گردن کے ظاہری حصے کا مسح کرتے تھے۔

تحقیقی وضاحت:

احناف کے نزدیک گردن کا مسح مستحب و مستحسن ہے۔

یہ حضرات جو دلائل پیش کرتے ہیں ان دلائل کی حقیقت کیا ہے اس پر نظر کرتے ہیں۔

صاحب بحر الرائق نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا جو فعل ذکر کیا ہے وہ **المعجم الكبير للطبرانی** وغیرہ میں دوسرے الفاظ کے ساتھ ہے۔ المعجم کی روایت بہت لمبی ہے اس میں سے یہ ٹکڑا ہے(ثم مسح رقبته) پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے گردن کا مسح کیا۔[المعجم الکبیر رقم 220118/47]اس سند میں سعید بن عبدالجبار ہیں، جنکے بارے میں امام نسائی رحمہ اللہ کہتے ہیں:"ليس بالقوى"اسی طرح اس سند میں محمد بن حجر ہے جو کہ ضعیف راوی ہے۔(مجمع الزوائد رقم

(1178]اسی طرح علامہ ملا علی القاری الحنفی "الأسرار المرفوعة في الأخبار الموضوعة [ص 457] "میں رقمطراز ہیں کہ :"حديث مسح الرقبة في الوضوء باطل ".

وضو میں گردن کے مسح والی حدیث باطل ہے۔

اسی طرح علامہ نووی رحمہ اللہ نے شرح المھذب میں "مسح الرقبة أمان من الغل "کو موضوع قرار دیا ہے۔ (المجموع شرح المھذب 470)

علامہ البانی نے بھی اس حدیث کو موضوع قرار دیا ہے۔[الضعیفۃ۱/۱۶۷]اسی طرح دوسری جگہ :" **لم يصح في مسح الرقبة في الوضوء شيء**"کا باب باندھا ہے۔کہ وضو میں گردن کے مسح اس سلسلے میں کوئی روایت صحیح نہیں ہے۔

اور مزید لکھتے ہیں کہ اس طرح کی احادیث کا شمار منکر میں سے ہے کیونکہ وہ تمام صحیح احادیث کے مخالف وارد ہیں جو نبی ﷺ سے صفت وضوء کے بارے میں وارد ہیں، صحیح روایتوں میں گردن کے مسح کا ذکر نہیں ہے۔(جامع تراث العلامه الألبانی فی الفقه202/1)

علامہ ابن القیم رحمہ اللہ نے «مسح الرقبة فی الوضوء» کو باطل کہا ہے - (المنار المنيف ص۱۲۰/ رقم ۲۶۹)

عن طلحة بن مصرف عن أبيه عن جده قال: رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم فمسح رأسه مرة واحدة حتى بلغ القذال وهو أول القفا. "طلحہ بن مصرف اپنے والد سے اور وہ ان کے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے سر کا مسح ایک مرتبہ کرتے ہوئے دیکھا پچھلے حصہ تک جو گدی کا ابتدائی حصہ ہے۔"[سنن ابوداود رقم 132، مسند احمد رقم 15993 شرح معاني الآثار 1 /267] بسند عن لیث بن ابي سلیم عن طلحۃ بن مصرف عن ابیہ عن جدہ مرفوعا مروی ہے۔

1-لیث بن ابی سلیم یہ ضعیف راوی ہیں۔

2-امام دارمی،ابو حاتم الرازی،امام نسائی رحمہم اللہ نے ضعیف قرار دیا ہے۔[الجرح والتعدیل رقم1014، تھذیب الکمال279/24,الضعفاء والمتروکین للنسائي 239]

3-امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے مضطرب الحدیث قرار دیا ہے۔[تہذیب الکمال 279/24]

اقوال العلماء في حكم الحديث.

1-علامہ البانی رحمہ اللہ نے ضعیف قرار دیا ہے۔[الضعيفة 170/1]

2- علامہ شعیب الارنووط نے ضعیف قرار دیا ہے۔[تخريج سنن أبي داود132]

3-علامہ عظیم آبادی نے ضعیف قرار دیا ہے۔(عون المعبود 1 /110]

4-علامہ ابن القطان نے لایصح قرار دیا ہے۔[الوهم والإيهام315/3]اسی طرح گردن کے مسح کے سلسلے میں جتنی بھی روایات ہیں وہ غیر صحیح و غیر ثابت ہیں،اس بارے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم بلکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بھی کوئی چیز ثابت نہیں ہے اور صرف یہ کہہ کر گردن کے مسح کو مستحب و مستحسن نہیں قرار دیا جا سکتا کہ یہ سب روایات ایک دوسرے کو قوت پہونچاتی ہیں یا فضائل اعمال میں حجت ہیں کیونکہ ان کا ضعف انتہائی شدید ہے جو قطعاً حدیث کو کسی بھی اعتبار سے حجت تک نہیں پہونچا سکتا۔

گردن کے مسح کے سلسلے میں مزید علماء کے اقوال ملاحظہ فرمائیں۔

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ سے سوال کیا گیا۔

س: هل صح عن النبي صلى الله عليه وسلم أنه مسح على عنقه في الوضوء أو أحد من الصحابة رضى الله عنهم ؟

ج فأجاب : لم يصح عن النبي صلى الله عليه وسلم أنه مسح على عنقه في الوضوء بل ولا روى عنه ذلك في حديث صحيح بل الأحاديث الصحيحة التي فيها صفة وضوء النبي صلى الله عليه وسلم لم يكن يمسح على عنقه ولهذا لم يستحب ذلك جمهور العلماء كمالك والشافعي وأحمد في ظاهر مذهبهم ومن استحبه فاعتمد فيه على أثر يروى عن أبي هريرة رضى الله عنه أو حديث يضعف نقله : (أنه مسح رأسه حتى بلغ القذال ومثل ذلك لا يصلح عمدة ولا يعارض ما دلت عليه الأحاديث ومن ترك مسح العنق فوضؤه صحيح باتفاق العلماء والله أعلم - (مجموع الفتاوى 127/21)

س. کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم یا کسی صحابی سے وضوء میں گردن پر مسح کرنا ثابت ہے؟

ج: نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے وضوء میں گردن پر مسح کرنا ثابت نہیں ہے۔ بلکہ یہ کسی صحیح حدیث میں مروی نہیں ہے، بلکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے صفت وضوء کے بارے میں جو صحیح احادیث وارد ہیں ان میں گردن پر مسح کا ذکر نہیں ہے، اسی وجہ سے جمہور علماء جیسے امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل کے ظاہر مذہب میں اسے مستحب نہیں قرار دیا ہے ۔اور جن لوگوں نے مستحب قرار دیا ہے انہوں نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ایک اثر یا ایک حدیث پر اعتماد کیا ہے وہ حدیث "أنہ مسح راسہ حتی بلغ القذال" (آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سر کا مسح کیا اسکے پچھلے حصہ تک)۔ جو کہ ضعیف ہے۔ اور اس جیسی چیز نا قابل اعتبار ہے اور یہ احادیث کے مدلول کے معارض نہیں ہے۔ اور جو شخص گردن کا مسح ترک کردے اس کا وضوء صحیح ہے اس پر علماء کا اتفاق ہے۔ واللہ اعلم۔

امام ابن القیم رحمہ اللہ اپنی معروف و مشہور کتاب زاد المعاد ۱/۱۸۷ میں رقمطراز ہیں کہ [ولم يصح عنه في مسح العنق حديث البتة] نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے گردن کے مسح کے بارے میں قطعا کوئی حدیث ثابت نہیں ہے۔

انکار سنت کی نئ شکلیں

فاروق عبداللہ نراین پوری
استاد جامعہ اسلامیہ نور باغ، کوسہ، ممبرا، ممبئ

سنت سے انحراف کی تاریخ بڑی قدیم ہے۔جتنے بھی گمراہ فرقے پیدا ہوئے ان میں ایک مشترک چیز یہ پائی جاتی ہے کہ وہ سنت سے دور ہیں۔ عقلی قیاس آرائیاں، منطق و فلسفہ، اور جدت پسندی کے چکر میں سنت کا کلی یا جزوی انکار ان کی علامت بن گئی ہے۔ بعض نے جہاں کلی طور پر سنت کا انکار کیا، وہیں بعض نے صرف ان احادیث کو ٹارگٹ کیا جو ان کی عقلی اڑان یا تکمیلِ خواہشات کی راہ میں روڑے بن رہی تھیں چاہے وہ صحیحین میں ہی کیوں نہ موجود ہوں۔اس کے بالمقابل بعض نے دخل اندازی کی راہ اپنائی اور ضعیف و موضوع روایات کو سنت کا درجہ دینا شروع کیا، اور شریعت کے نام پر ایک نئ دکان سجالی۔دونوں فریق اس باب میں افراط و تفریط کے شکار ہیں۔

اہل سنت والجماعت تمام ابواب کی طرح اس باب میں بھی وسطیت واعتدال پر قائم ہیں، چنانچہ انھوں نے احادیث کی تحقیق و تفتیش کے ایسے اصول و قواعد وضع کیے جن سے بہ آسانی مردود و مقبول کے اعتبار سے مروی احادیث کا درجہ متعین کیا جاسکے۔اس کے لیے انہوں نے قرآن وحدیث کے استقرا سے شرعی اصولوں پر اپنے قواعد کی بنیاد ڈالی۔ چنانچہ ان اصولوں پر غور کرنے والا یہ پائے گا کہ اس کے ہر ہر قاعدہ پر قرآن یا حدیث کی کوئی نا کوئی دلیل ضرور موجود ہے۔ظاہر سی بات ہے کہ جس علم کی تعمیر اتنی مضبوط بنیادوں پر کی گئی ہو اس سے جو نتیجہ برآمد ہوگا وہ اتنا ٹھوس، پر اعتماد، اور قابل یقین ہوگا جس کا مقابلہ دنیا کے کسی عقلی، مادی وعصری علم سے نہیں کیا جاسکتا۔

محدثین کرام نے دن ورات کی انتھک کوششوں سے ان تمام رُوات کی تفصیلی حالاتِ زندگی کو منظر عام پر لایا جن کا تعلق کسی نہ کسی طرح روایت حدیث سے تھا۔اس کے تحت انھوں نے ہر راوی کے عقیدہ و عمل، علم حدیث کے ساتھ ان کے مشغلہ و تعلق، فہم وفراست اور ذہنی صلاحیت کو جانچا و پرکھا جو آج علم الرجال اور علم جرح و تعدیل کی شکل میں

ہمارے سامنے محفوظ و مدون ہے۔ جس کی مدد سے محدثین کے مسلمہ اصولوں پر ایک ایک حرف حتی کہ زیر وزبر کے فرق تک کی جانچ وپڑتال کی جاسکتی ہے۔

محدثین کے یہاں احادیث کی رد و قبولیت کا یہی معتبر معیار ہے۔ نفسانی خواہشات کا اس میں ذرہ برابر عمل دخل نہیں ہوتا، کوئی محدث کسی حدیث کی تحقیق کے وقت یہ نہیں دیکھتا کہ اس سے ہمارے موقف کی تائید ہوتی ہے یا مخالفت، اس کی نظر فقط اس بات پر ہوتی ہے کہ محدثین کے منہج کے مطابق اللہ کے رسول کی طرف اس کی نسبت کی جاسکتی ہے یا نہیں۔ اگر نسبت ثابت ہو جائے تو بعد میں اس کا نمبر آتا ہے کہ اس کا صحیح معنی و مفہوم کیا ہے۔ اور اس کے لیے وہ سلف صالحین کی طرف رجوع کرتے ہیں کہ انھوں نے اس کا کیا معنی و مفہوم بیان کیا ہے۔

انکار حدیث دراصل انکار رسالت ہے، بلکہ دیکھا جائے تو انکار شریعت ہی ہے، کیونکہ حدیث رسول کا مقام و مرتبہ شریعت سازی میں وہی ہے جو قرآن کریم کا ہے۔ جس طرح قرآن کریم شریعت کا بنیادی مصدر ہے اسی طرح حدیث رسول بھی۔ لہذا اگر کوئی حدیث رسول کا انکار کر رہا ہے تو در حقیقت وہ رسول اللہ صلی اللہ کی رسالت کا بھی انکار کر رہا ہے، قرآن کریم کا بھی انکار کر رہا ہے، اور نتیجتا یہ شریعت کا ہی انکار ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاں اپنے بعد واقع ہونے والے تمام فتنوں سے امت کو آگاہ کیا وہیں اس فتنہ کا بھی خصوصی تذکرہ کیا کہ کچھ لوگ ایسے آئیں گے جو قرآن کی آڑ لے کر سنت رسول کا انکار کریں گے۔ دوسری پیشین گوئیوں کی طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ پیشین گوئی بھی صد فیصد سچ ثابت ہوئی، اور اس امت میں ایک عظیم فتنہ یہ رونما ہوا کہ مختلف اشخاص اور جماعتوں نے سنت رسول کا یا تو مکمل انکار کر دیا یا استخفاف اور تشکیک کی راہ اپنائی۔ ہر زمانے میں ایسے منحرفین اور فتنہ پرور موجود رہے جن کا مشغلہ سنت رسول کا استخفاف واستہزا تھا۔ جہاں تک عصر حاضر کی بات ہے تو آج بھی ہمیں انکار سنت کی مختلف شکلیں متحرک اور سرگرم نظر آتی ہیں۔ اس مختصر تحریر میں تمام شکلوں کا احاطہ ممکن

تو نہیں البتہ اختصار کے ساتھ بعض جوانب قارئین کے سامنے لانے کی کوشش کی جارہی ہے۔

1-سنت رسول کو اصول شریعت میں قرآن کریم کے بعد ثانوی حیثیت عطا کرنا:

استخفافِ سنت کی جو مختلف شکلیں عصر حاضر میں رونما ہوئیں ان میں سے ایک شکل یہ تھی کہ بعض منحرفین نے اس بات کا خوب پرچار کیا کہ شریعت سازی میں حدیث رسول کا مقام و مرتبہ قرآن کریم کے بعد ہے۔ قرآن کریم کے درجے میں نہیں۔ یہ درحقیقت سنت رسول کے استخفاف کی ایک شکل ہے۔

مشہور منحرف مفکر امین احسن اصلاحی، اور حمید الدین فراہی وغیرہ نے زور و شور کے ساتھ یہ فکر پیش کی ہے۔ اس فکر کو اس قدر شہرت ملی کہ اچھے خاصے اہل حدیث حضرات بھی بسااوقات یہی بات دہراتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ جب کہ سلف صالحین کا منہج یہ ہے کہ شریعت سازی میں قرآن و حدیث کا مرتبہ بالکل برابر ہے، حدیث کا مرتبہ قرآن سے ذرہ برابر کم نہیں۔ دونوں اللہ کی طرف سے وحی ہیں، اور بلا تقدیم و تاخیر اور بلا تفریق یکساں طور پر مصدر شریعت ہیں۔

خطیب بغدادی رحمہ اللہ نے الکفایہ (ص8) میں ایک باب قائم کیا ہے جس کا عنوان ہے: "**بَابُ مَا جَاءَ فِي التَّسْوِيَةِ بَيْنَ حُكْمِ كِتَابِ اللَّهِ تَعَالَى وَحُكْمِ سَنَةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي وُجُوبِ الْعَمَلِ وَلُزُومِ التَّكْلِيفِ**" اور اس میں سلف صالحین کا منہج بیان کیا ہے کہ دونوں بلا تفریق مدارج یکساں طور پر مصدر شریعت ہیں۔

البتہ شرف اور نسبت کے اعتبار سے قرآن کا مقام سنت سے اوپر ہے، کیونکہ قرآن اللہ کا کلام ہے، اور حدیث گرچہ وحی ہے لیکن کلامِ الٰہی نہیں۔ قرآن کی نسبت اللہ کی طرف ہے، اور حدیث کی نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف۔

2- سنت اور حدیث میں تفریق کرنا اور صرف سنت کو حجت قرار دینا، حدیث کو نہیں :

بعض مزعوم مفکرین کے یہاں انکار سنت کی ایک شکل یہ پائی جاتی ہے کہ وہ حدیث و سنت کے درمیان تفریق

کرتے ہیں، اور صرف سنت رسول کو حجت مانتے ہیں، حدیث رسول کو نہیں۔

چنانچہ کہتے ہیں کہ سنت وہ ہے جس پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بار بار عمل کیا ہو، جس پر محافظت برتی ہو۔ لہذا سنت کی بنیاد احادیث پر نہیں، امت کے عملی تواتر پر ہے۔ جس طرح قرآن تواتر سے ثابت ہے اسی طرح سنت بھی تواتر سے ثابت ہے۔ اس لیے اگر روایات سنت کے موافق ہو تو فبہا، ورنہ ترجیح سنت (یعنی عملی تواتر) کو حاصل ہو گی، اور حدیث کی کوئی توجیہ کی جائے گی، اور توجیہ نہ ہو سکے تو مجبوراً اسے چھوڑنا پڑے گا۔

یہ فکر کتنی خطرناک ہے اس کا اندازہ اس بات سے لگائیں کہ جن اعمال کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دو بار انجام دیا ہو، انھیں یہ کہہ کر ردی میں ٹوکری میں ڈال دیا جائے گا کہ یہ حدیث ہے، سنت نہیں۔

جب بھی کسی رائج بدعت پر نکیر کی جائے گی تو عملی تواتر کی بات کہہ کر اسے سنت ثابت کر دیا جائے گا۔

جب بھی کسی غلط طریقہ عبادت پر ٹوکا جائے گا اسے حدیث کہہ کر اور غلط عمل کو سنت کہہ کر رد کر دیا جائے گا۔ حالانکہ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ خود فقہی مذاہب میں عبادات کے طریقوں میں اس قدر اختلاف ہے تو عملی تواتر کون سا ہے جو سنت اور حجت ہے؟

ایک نماز ہی کی مثال لے لیں کہ دنیا کے کتنے خطوں میں اس کے کتنے طریقے رائج ہیں۔ آخر ان میں سے کون سا طریقہ سنت ہے جسے حدیث رسول پر فوقیت حاصل ہے۔ یہ دراصل انکار حدیث کی ہی ایک شکل ہے۔

3- حدیث کو صرف ایک تاریخی دستاویز قرار دینا:

راشد شاز، جاوید احمد غامدی اور سلیم جاوید وغیرہ نے انکار سنت کا یہی طریقہ اپنایا ہے۔ یہ حجیت حدیث کا صریح انکار ہے۔ ایسے لوگوں سے سوال ہے کہ پھر وہ نماز، روزے، حج، زکات وغیرہ کی تفصیلات کہاں سے اخذ کرتے ہیں؟

اگر حدیث رسول کی حیثیت شرعی مصدر کی نہیں صرف تاریخی دستاویز کی ہے تو آخر کیونکر غزوہ تبوک کے موقع پر ان صحابہ کرام کو سزائیں دی گئیں جنھوں نے حکم رسول کی تعمیل میں کوتاہی کی تھی؟

کیا انھیں یہ سزا قرآن کی کسی صریح آیت کی مخالفت میں دی گئی تھی؟

کیا صحابہ کرام قرآن وحدیث کے مابین یہ تفریق کرتے تھے؟

بلکہ اللہ تعالی نے قرآن میں اسے منافقین کی صفات میں شمار کیا ہے جو قرآن وحدیث کے مابین تشریعی ناحیہ سے کوئی تفریق کرتے ہیں۔ **وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا إِلَى مَا أَنْزَلَ اللَّهُ وَإِلَى الرَّسُولِ رَأَيْتَ الْمُنَافِقِينَ يَصُدُّونَ عَنْكَ صُدُودًا** [النساء: 61]

4- حدیث رسول کو قرآن کے متعارض دکھا کر انکار کا راستہ اختیار کرنا:

محدثین نے تحقیق احادیث کے جو قواعد بیان کئے ہیں ان میں یہ نہیں ہے کہ کوئی حدیث بظاہر قرآن کے مخالف نظر آئے تو اس کے ثبوت کا انکار کر دیا جائے۔ کیونکہ اس اصول پر قرآن کا بھی انکار لازم آئے گا، کیونکہ اس کی بعض آیتیں بھی بعض آیتوں کے معارض نظر آئیں گی۔ لیکن بعض مزعوم مفکرین نے صحیح ترین احادیث کے متعلق شکوک وشبہات کے بیج بونے کا یہی طریقہ اپنایا۔ مثلا مولانا مودودی نے ابراہیم علیہ السلام کی کذبات ثلاثہ والی حدیث کو اس لئے غیر مقبول قرار دیا کیونکہ وہ قرآن کی آیت "**وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّهُ كَانَ صِدِّيقًا نَبِيًّا**" کے بظاہر متعارض تھی۔ حالانکہ دو کذبات کا تذکرہ تو خود قرآن مجید میں آیا ہوا ہے۔

پہلا: **فَنَظَرَ نَظْرَةً فِي النُّجُومِ فَقَالَ إِنِّي سَقِيمٌ** [الصافات: 89 -88]

اور دوسرا: **قَالَ بَلْ فَعَلَهُ كَبِيرُهُمْ هَذَا فَاسْأَلُوهُمْ إِنْ كَانُوا يَنْطِقُونَ** [الأنبياء: 63]

5- حدیث رسول کو باہم متعارض دکھا کر انکار کا راستہ اختیار کرنا:

یہی بات قرآن کے سلسلے میں بھی کہی جاسکتی ہے، وہاں بھی بعض آیتیں بظاہر متعارض معلوم ہوتی ہیں تو کیا اسی بنیاد پر قرآن کا بھی انکار کیا جائے گا؟ حالانکہ سچ یہ ہے کہ کتاب وسنت میں کہیں کوئی تعارض نہیں، یہ بس ہمارے فہم کا قصور ہے۔

علمانے اس موضوع پر مستقل کتابیں تصنیف کر کے ثابت کیا ہے کہ احادیث باہم متعارض نہیں، ان کے مابین جمع وتطبیق ممکن ہے۔

6- صحابہ کرام کی عدالت پر کلام کرنا:

جس کے نتیجے میں پوری ذخیرہ سنت ہی مشکوک ہو جاتی ہے، کیونکہ تمام احادیث انھیں کے طریق سے مروی ہیں

صحابہ کرام کی عدالت پر کلام کرنا یہ روافض کا طریقہ رہا ہے۔ پوری امت میں روافض کے علاوہ اور کسی فرقے میں یہ ناپاک جراثیم نہیں پائے جاتے تھے، اہل سنت میں تو بالکل نہیں۔

جماعت اسلامی وہ گمراہ جماعت ہے جو اپنے آپ کو اہل سنت کی طرف منسوب کرتی ہے اور صحابہ کرام کے ناموس پر حملے بھی کرتی ہے۔ ظاہر ہے کہ جب صحابہ کرام کی عدالت ہی مجروح ہو گئی تو ان کے طریق سے سنت کا جو ذخیرہ منقول ہو گا وہ کیسے پایہ اعتبار کو پہنچ سکتا ہے۔

اس باطل فکر پر ایک مستقل مضمون میں میں نے بالتفصیل رد لکھا ہے جو کہ فری لانسر میں شائع شدہ ہے۔

7- تجربات کی بنیاد پر احادیث کا انکار کرنا:

مثلا یاجوج وماجوج اور دجال کے متعلق حدیث جساسہ کو یہ کہہ کر غیر معتبر قرار دینا کہ جدید سائنس نے کائنات

کے چپے چپے کی دریافت کرلی ہے، اگر یاجوج ماجوج اور دجال کہیں موجود ہوتے تو ان کا پتہ لگ جاتا۔

حالانکہ سائنس داں خود یہ اعتراف کرتے ہیں کہ ہم نے سمندر کا صرف پانچ فیصد ہی اب تک انکشاف کر پایا ہے۔ یعنی باقی پچانوے فیصد میں کیا کچھ موجود ہے ہمیں اس کا علم ہی نہیں۔ اسی سے مولانا مودودی اور مولانا وحید الدین خان وغیرہ کے اس شبہے کی پول کھل جاتی ہے کہ یہ کتنا پھسپھسا اعتراض ہے۔

نیز یاجوج وماجوج کا ذکر فقط حدیث میں نہیں قرآن میں بھی سورہ کہف میں آیا ہوا ہے، تو کیا اسی بنیاد کی بنا پر قرآن کا بھی انکار کر دیا جائے گا؟

8- نئے اصول و قواعد وضع کر کے انکار سنت کا راستہ ہموار کرنا:

احناف کے یہاں ابھی حال ہی میں اس طرح کی بعض کوششیں ہوئی ہیں۔ عبد المجید الترکمانی نے ایک کتاب لکھی ہے "دراسات فی اصول الحدیث علی منهج الحنفية" جس میں ان احادیث کو نئے قواعد وضع کر کے فقہ حنفی کے مطابق قبول یا رد کرنے کی کوشش کی گئی ہے جن کی وجہ سے زمانے سے احناف کو مطعون کیا جاتا تھا۔

9- علوم حدیث کا سہارا لے کر بعض ثابت شدہ احادیث کو ضعیف قرار دینا، تاکہ ان کا نام منکرین سنت میں نہ آجائے:

جیسے کہ قرضاوی وغیرہ نے عورتوں کی سیادت و قیادت والی حدیث کو ضعیف کہنے کی کوشش کی ہے۔

اخوانیوں نے صحیح مسلم کی اطاعت امیر والی حدیث کو ضعیف قرار دینے کی کوشش کی ہے۔

محمود سعید ممدوح نے علامہ البانی کے رد میں اپنی کتابوں میں یہی طریقہ اپنایا ہے۔

10- عقل کی کسوٹی پر کھرا نہ اترنے کی بنا پر صحیح احادیث کا انکار کر دینا:

اس کی فہرست بڑی لمبی ہے۔ معاصرین میں سر سید احمد خان اس میدان کے سرخیل شمار ہوتے ہیں۔ بے شمار

ثوابت اور اصول ایمان کا انھوں نے صرف اس بنا پر انکار کر دیا ہے کیونکہ وہ عقل کی کسوٹی پر پورا نہیں اترتے، گرچہ اس کی دلیلیں قرآن کی آیات اور صحیحین کی احادیث میں موجود ہوں۔ مثلا: فرشتوں کا انکار، شفاعت کا انکار، پل صراط کا انکار، جنت و جہنم کا انکار، عذاب قبر کا انکار، امام مہدی کا انکار، معجزہ شق قمر کا انکار، بلکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات کا بالکلیہ انکار، وغیرہ۔

یہ وہ مسائل ہیں جن پر سلف صالحین کا اجماع ہے، اور جن کے انکار کی وجہ سے صرف صحیح احادیث کا ہی نہیں آیات قرآنی کا بھی انکار لازم آتا ہے۔ اس لیے علمائے کرام فرماتے ہیں کہ جو منکر سنت ہوتا ہے وہ منکر قرآن بھی ہوتا ہے۔

مولانا وحید الدین خان کا دجال اور علامات قیامت کے متعلق بھی یہی نظریہ ہے، یعنی عقل کی کسوٹی پر پورا نہ اترنے کی وجہ سے اس کی من مانی تاویل کرنا جس سے صحیح احادیث کا انکار لازم آتا ہو۔

11-احادیث کی تصحیح کو محدثین کا محض اجتہاد اور زعم باور کرانا :

علامہ شبلی نعمانی نے انکار سنت کے اس طریقے کو اپنی کتابوں میں خوب ذکر کیا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں: "جس طرح ایک فقیہ کسی مسئلہ کو قرآن یا حدیث سے استنباط کر کے اپنی دانست میں صحیح سمجھتا ہے اور اس کی صحت یقینی نہیں ہوتی کیوں کہ استنباط میں جن مقدمات سے اس نے کام لیا ہے، اکثر اس کے ظنیات ہیں۔ اسی طرح حدیث کا حال ہے، کسی حدیث کو صحیح کہنا محدث کے ظنیات واجتہادات پر مبنی ہے۔ ایک محدث یا چند محدثین نے کسی حدیث کو اگر صحیح کہا ہے اور دوسرا شخص اس کی صحت نہیں تسلیم کرتا تو وہ صرف اس گناہ کا مجرم ہے کہ اس محدث یا محدثین کے اصولِ تحقیق، قواعدِ استنباط، طریقِ روایت، غرض ان کے اجتہادات اور مزعومات کا مخالف ہے"۔ انتہی کلامہ۔

یہاں انھوں نے جس اصول کو مد نظر رکھتے ہوئے احادیث صحیحہ کے منکر کو محض محدثین کے اجتہادات ومزعومات کا منکر کہا ہے خود ان کے کلام میں اس کی تردید موجود ہے۔

ایک فقیہ جن مسائل کے متعلق قرآن یا حدیث سے استنباط کر کے اپنی دانست میں شرعی حکم لگاتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ صحیح ہے، اور یہ باطل، یہ جائز ہے، اور یہ ناجائز، یہ واجب ہے اور یہ حرام، تو وہ تمام مسائل یکساں نہیں ہوتے۔ ان میں سے بعض مجمع علیہ ہوتے ہیں، اور بعض مختلف فیہ۔ مختلف فیہ مسائل میں سے بھی بعض میں دلائل اتنے واضح ہوتے ہیں کہ متلاشی حق کے لئے درست نتیجے تک پہنچنا مشکل نہیں ہوتا۔ جبکہ بعض مسائل کے مابین ترجیح بہت مشکل ہوتی ہے۔

اب اگر کوئی یہ کہے کہ وضو نماز کی صحت کے لئے شرط نہیں ہے تو اس کی یہ بات ہر ایک کے نزدیک مردود ہوگی، کیونکہ یہ ایک ایسا مسئلہ ہے جس میں پوری امت کا اجماع ہے، آپ کو ان سے الگ رائے قائم کرنے کی اجازت ہی نہیں۔

اسی طرح بے شمار احادیث کا معاملہ ہے کہ وہ محدثین کے نزدیک بالاجماع صحیح ہیں جیسے کہ صحیحین کی روایات ان کی قبولیت پر پوری امت کا اجماع ہے، یا بالاجماع باطل ہیں جیسے کہ بے شمار موضوع روایات جن کے باطل ہونے پر کوئی اختلاف نہیں۔ ان احادیث میں آپ کو کوئی الگ رائے قائم کرنے کی اجازت ہی نہیں جس طرح کہ مجمع علیہ فقہی مسائل میں اجازت نہیں۔

رہی وہ بعض احادیث جن کے مابین محدثین کے نزدیک اختلاف ہے تو وہ بھی فقہی مسائل کی طرح دو طرح کے ہیں، بعض میں دلائل کی بنیاد پر ترجیح واضح اور بین ہے، متلاشی حق کے لئے صحیح نتیجے تک پہنچنا کوئی مشکل کام نہیں۔ جب کہ بعض احادیث کے درمیان ترجیح بہت مشکل ہے۔

محدثین کرام نے شرعی نصوص کو سامنے رکھتے ہوئے ان کے استقرا کے بعد یہ قواعد وضوابط وضع کئے ہیں۔ خواہشات نفس کی پیروی کرتے ہوئے یہ قواعد وضع نہیں کئے گئے کہ ہر کوئی اسے قبول یا رد کرنے میں آزاد ہو، اگر کوئی ان سے

اختلاف کرنا چاہے تو ان کے اصول پر چلتے ہوئے ہی اسے اختلاف کا حق حاصل ہوگا۔اور خود اسے اس فن میں وہ مقام حاصل کرنا ہوگا جس کے بعد اسے اس میں کلام کی اجازت ہو۔

اس لئے یہ ممکن ہی نہیں کہ جو حدیث تمام محدثین کے نزدیک بالاجماع صحیح ہو آج کوئی ایسا اصول وضع کرے جس سے اسے ضعیف ثابت کیا جاسکے، یا اس کے برعکس جو ان کے نزدیک بالاجماع باطل ہو آج کوئی کسی نئے اصول کے تحت اسے صحیح ثابت کر سکے؛ اس لئے یہاں "اجتہادات ومزعومات" سے اختلاف کا معاملہ بالکل نہیں ہے، بلکہ قطعی حقائق کے انکار کا معاملہ ہے، وہ بھی بلا معتبر دلیل۔

12- قیاس کے مخالف ہونے کی بنا پر احادیث کو قابل حجت نہ ماننا:

مقلدین احناف کے یہاں یہ بیماری بہت پائی جاتی ہے۔ دراصل یہ باطل فکر قدیم زمانے سے موجود ہے۔ زمانہ قدیم میں معتزلہ نے ایک ایسی بدعت کی ایجاد کی تھی جو ان سے پہلے امت کے اندر موجود نہ تھی۔ وہ ہے قیاس کے مخالف ہونے کی صورت میں بعض صحابہ کرام کی روایتوں کو یہ کہہ کر رد کردینا کہ وہ فقیہ نہیں تھے۔ قاضی عیسی بن ابان المعتزلی اس کے علمبردار تھے۔انکار سنت کی یہ شکل آج بھی موجود ہے۔ متاخرین احناف کے یہاں یہ فاسد اصول خوب رواج پایا اور حدیث مصراۃ وحدیث عرایا وغیرہ کو بے دردی کے ساتھ اس اصول کی بھینٹ چڑھا دیا گیا۔

13-اپنی طرف سے حدیث گھڑ کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کردینا:

یہ گرچہ انکار سنت نہیں لیکن سنت کے اندر دخل اندازی ضرور ہے۔اور جس طرح انکار سنت فتنہ ہے اسی طرح دخل اندازی بھی فتنہ ہے۔

اس ناپاک عمل کے مختلف اسباب میں سے ایک اہم سبب کسی تقلیدی مذہب کی نصرت وتائید ہے۔

تقلید کا مرض اتنا خطرناک ہے کہ ایک مقلد سے جو کچھ کرا لے کم ہے۔ تقلیدی بیڑیوں میں گرفتار بہت سے اہل علم نصوص کتاب وسنت کے ساتھ چھیڑ چھاڑ اور تحریف و تبدیل کرنے تک سے باز نہ آئے۔

انھیں میں سے ایک مثال شیخ حبیب الرحمن اعظمی کی تحقیق سے چھپی مسند حمیدی میں موجود عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی نماز میں رفع یدین والی حدیث ہے۔ یہ کتاب اس سے پہلے دار الکتب الظاہریہ سے چھپ چکی ہے۔ اس میں اس کے الفاظ اس طرح ہیں: ''رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا افتتح الصلاة رفع يديه حذو منكبيه، وإذا أراد أن يركع، وبعد ما يرفع رأسه من الركوع، ولا يرفع بين السجدتين''۔ یہی حدیث حبیب الرحمن اعظمی کی تحقیق سے مطبوع نسخے میں اس طرح ہے: ''رأيت رسول الله صلى الله عليه و سلم إذا افتتح الصلاة رفع يديه حذو منكبيه وإذا أراد أن يركع وبعد ما يرفع رأسه من الركوع فلا يرفع ولا بين السجدتين''۔ اس پر انھوں نے لمبا نوٹ بھی چڑھایا ہے اور کہا ہے کہ کسی محدث نے اس روایت کے متعلق کوئی تعرض نہیں کیا ہے۔ در اصل بات یہ ہے کہ یہ الفاظ ابن عمر رضی اللہ عنہ کے ہیں ہی نہیں، یہ محض تحریف کا نتیجہ ہے۔ شیخ صلاح الدین مقبول حفظہ اللہ نے زوابع فی وجہ السنہ میں متعدد دلائل سے اس کا محرَّف ہونا ثابت کیا ہے۔

مقلدین کے یہاں انکار سنت اور حدیث رسول کے ساتھ کھلواڑ کا ایک طریقہ یہ پایا جاتا ہے کہ ایک ہی حدیث کا بعض ٹکڑا اگر ان کے مذہب کی موافقت کر رہا ہے تو اسے قابل حجت مانتے ہیں، اور اسی کے دوسرے ٹکڑے سے ان کے مذہب کی مخالفت ہو رہی ہو تو اسے قابل حجت نہیں مانتے۔

14-افادۂ ظنیت کی آڑ لے کر سنت کا انکار کرنا:

تقریبا تمام منکرین سنت میں مشترک طور پر یہ بیماری موجود رہی ہے۔ شاید ہی کہ کوئی منکر سنت ہو جس نے انکار سنت کا یہ راستہ نہ اپنایا ہو۔ اسی وجہ سے اس فکر کی تردید میں علما نے کافی کچھ لکھا ہے۔

انکار سنت کی چند موجودہ شکلوں کے بیان کے بعد مناسب معلوم ہوتا ہے کہ معاصرین میں انکار سنت کے بعض علمبرداروں کا مختصراذ کر دیا جائے :

معاصرین میں جن حضرات نے انکار سنت کا علم بلند کیا ہے ان میں عالم عرب میں سے چند مشہور نام یہ ہیں:

محمد عبدہ: یہ عقیدے کے باب میں خبر واحد کی حجیت کے منکر ہیں۔اسلام کے دفاع کے لیے کتاب وسنت کو نہیں بلکہ عقل ومنطق کو سب سے بہترین ہتھیار قرار دیتے ہیں۔

ڈاکٹر احمد امین: "فجر الإسلام"، "ضحى الإسلام"، اور "ظهر الإسلام" نامی لٹریچرس کے مصنف۔ علم وتحقیق کے نام پر مستشرقین کے شبہات کو ان کا نام لیے بغیر اپنی طرف سے پیش کر کے سنت پر رسول پر یلغار کرتے ہیں،اور خصوصا صحیح بخاری کو اپنی تنقید کا نشانہ بناتے ہیں۔

اسماعیل ادہم: مستشرقین سے متاثر ہیں، آزادیٔ رائے کے نام پر احمد امین وغیرہ کی طرح سنت پر بالعموم اور صحیحین پر بالخصوص شکوک وشبہات کی بیج بوتے ہیں۔

حسین احمد امین: انکار سنت میں اپنے باپ احمد امین سے بھی دو قدم آگے۔ نماز کی فرضیت، حجاب،اور چور کا ہاتھ کاٹنے جیسے متعدد اجماعی مسائل کے منکر ہیں۔

محمود ابوریہ: یہ بندہ نہایت ہی خبیث قسم کا منکر حدیث ہے۔ صحابہ کرام پر بالعموم اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہ پر بالخصوص سب وشتم کرتا ہے۔اس نے اپنی دو زہر آلود کتابوں میں صحابہ کرام اور سنت رسول پر طعن وتشنیع کی تمام حدیں پار کر دیں، جن کے نام ہیں: ''شيخ المضِيرة ابو هريرة'' اور ''أضواء على السنة المحمدية''۔اس خبیث کو معتزلہ، شیعہ، اور مستشرقین کی خباثتوں کا معجون مرکب کہا جاسکتا ہے۔اسی وجہ سے ان فرقوں کی جانب سے اس کی خوب آؤ بھگت ہوئی،اور انھوں نے ان کتب کے بے شمار نسخے چھپوا کر تقسیم کیے۔

سید صالح ابو بکر: "الأضواء القرآنية في اكتساح الأحاديث الإسرائيلية وتطهير البخاري منها" **نامی ایک کتاب** تصنیف کی اور اس میں یہ دعوی کیا کہ صحیح بخاری میں سوا ایسی احادیث ہیں جو یہود کی طرف سے وضع کردہ ہیں۔ اس کا سب سے اہم مرجع ابو ریہ کی کتاب ''ضواء علی السنہ المحمدیہ'' ہے۔

احمد زکی ابو شادی: یہ عقل کو بنیاد بنا کر سنتِ رسول کا انکار کرتے ہیں۔

محمد غزالی: یہ کئی کتابوں کے مصنف ہیں، جن میں سے فقہ السیرہ، ہموم داعیہ، قذائف الحق اور السنۃ النبویہ بین اہل الفقہ واہل الحدیث ان کی مشہور کتابیں ہیں۔ ان تمام کتب میں انھوں نے استخفافِ سنت کا راستہ اپنایا، اور دعوتی میدان میں مصلحت اور سیاست کے نام پر بہت ساری احادیث پر انگشت نمائی کی۔ احادیث کی رد و قبولیت کا معیار اپنے فہم دین کو قرار دیا۔ اور برملا یہ اظہار کیا کہ حدیثِ ذُباب کے سلسلے میں علمائے حشرات اگر حدیث کی موافقت کریں تو وہ قابل قبول ہے ورنہ نہیں۔ عورت اور مرد کی گواہی میں فرق کا مذاق اڑایا۔ عقیدے کے باب میں اخبار آحاد کی حجیت کا انکار کیا۔

سعید الحوی: حدیث رسول میں رخنہ اندازی کا ایک طریقہ انھوں نے یہ نکالا ہے کہ ضعیف و موضوع روایات کو بھی یہ احتمال پیدا کر کے صحیح کہنے کی کوشش کرتے ہیں کہ بہت ساری کتابیں بغداد و اندلس کے حوادث میں ضائع ہو گئی ہیں، اگر وہ کتابیں موجود ہوتیں تو ہو سکتا ہے ان میں ایسی اسانید ہوتیں جن کی بنا پر ان احادیث کا حکم دوسرا ہوتا۔ چنانچہ اسی کو بنیاد بنا کر یہ کسی ایک مذہب کی تقلید کو ہر شخص پر واجب قرار دیتے ہیں، اور یہ تصور دینے کی کوشش کرتے ہیں کہ تقلیدی مذاہب کی تمام ادلہ صحیح ہیں۔

واضح رہے کہ سعید الحوی کا یہ کوئی نیا شبہہ نہیں ہے، اور زمانۂ قدیم سے علمانے اس کا مدلل جواب دیا ہے۔

جہاں تک برصغیر ہند و پاک کے منکرین سنت یا متشککین کی بات ہے تو ان کی فہرست کافی طویل ہے۔ جن میں سے بعض نام یہ ہیں: مرزا غلام احمد قادیانی، سر سید احمد خان، چراغ علی، عبد اللہ چکڑالوی، محب الحق عظیم آبادی، نذیر احمد

دہلوی، احمد دین امرتسری، عنایت اللہ مشرقی، قاضی محمد شفیع، اسلم جیراجپوری، غلام احمد پرویز، شبلی نعمانی، علامہ اقبال، حمید الدین فراہی، امین احسن اصلاحی، ابو الاعلی مودودی، قاری حنیف ڈار، راشد شاز، اور جاوید احمد غامدی، وغیرہ۔

وہیں بعض جمعیات اور ادارے مستقل طور پر اسی ناپاک کام میں سر گرم ہیں، ان کا مشغلہ ہی عوام کے ذہن میں حدیث رسول کی ہیبت اور حجیت کو تار تار کرنا ہے۔ مثلا: جمعیت اہل القرآن (مشہور منکر حدیث غلام احمد پرویز اس کا بانی ہے)، اہل الذکر والقرآن گروپ، امت مسلمہ گروپ، تحریک تعمیر انسانیت، اور طلوع اسلام ۔

بر صغیر کے منکرین سنت کا تذکرہ کیا جائے اور مولانا مودودی کا نام نہ لیا جائے تو ناانصافی ہو گی۔

مولانا مودودی کو گرچہ صریح منکر سنت نہ کہا جائے لیکن ان کا شمار متشککین میں ضرور ہوتا ہے، انھوں نے صراحت کے ساتھ تو سنت کا انکار نہیں کیا ہے لیکن منکرین سنت کے لیے راستہ ضرور ہموار کیا۔ اس باب میں ان کے انحراف کی بنیادی وجہ اس فن سے کما حقہ متعارف نہ ہونے کے باوجود بیجاد خل اندازی ہے۔ انھوں نے علی الاعلان صراحت کے ساتھ تو انکار سنت کا راستہ نہیں اپنایا لیکن اپنے مختلف مقالات و کتب (خصوصا تفہیمات میں ''مسلک اعتدال'' کے نام سے موجود مقالے) میں سنت رسول اور محدثین کے جہود کے متعلق ایسے ایسے اشکالات اور اعتراضات کیے جو در حقیقت منکرین سنت کے اعتراضات ہیں۔ بغیر کسی اصول وضابطے کی پابندی کے ان کے منہج پر تنقیدیں کرتے رہے، ذوق و عقل کو ہی احادیث کی ردو قبولیت کا معیار بنایا۔ ان پر درایت کو نظر انداز کر کے روایت پر پورا اعتماد کرنے کی الزام تراشی کی۔ اپنے ذوق و عقل کے خلاف ہونے کی وجہ سے صحیحین کی بعض احادیث (مثلاً: ابراہیم علیہ السلام کی کذبات ثلاثہ والی حدیث، سلیمان علیہ السلام کی ایک ہی رات نوے بیویوں سے مجامعت والی حدیث، اور دجال کے مقید ہونے کے متعلق خبر دینے والی حدیث۔ جو حدیث جَسّاسَہ کے نام سے مشہور ہے۔) کے متعلق تشکیک کا راستہ اپنایا جو بعد میں

منکرین سنت کے لیے نظیر بنا۔ خبر واحد کی ظنیت کا راگ الاپتے رہے اور پورے ذخیرۂ سنت کو ہی ایک طرح سے مشکوک کر ڈالا۔ الغرض منکرین سنت کے لیے چور دروازہ فراہم کرنے اور شک وشبہے کا بیج بونے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ یہی وجہ ہے کہ ان حلقوں میں ان کی خوب پذیرائی ہوئی اور غلام احمد پرویز وغیرہ نے اس پر خوشی کا اظہار کیا، بلکہ یہاں تک دعوی کیا کہ انکار حدیث کے باب میں ہمارا اور مولانا مودودی کا عقیدہ ایک ہی ہے۔ بلاشبہ ان کا یہ دعوی جھوٹا ہے، لیکن انھیں یہ کہنے کی ہمت اسی لیے ہوئی کیونکہ محدثین کی کاوشوں کا مولانا مودودی کے نزدیک کیا مقام ہے وہ اسے اچھی طرح دیکھ چکے تھے۔

مولانا مودودی کے بعد امین احسن اصلاحی کا نام لینا مناسب ہوگا۔ ایک زمانے میں جماعت اسلامی میں مولانا مودودی کے بعد انھی کا دوسرا مقام تھا، پھر بعد میں جماعت سے الگ ہو گئے۔ انھوں نے بھی حدیث کی ردو قبولیت کا معیار محدثین کے وضع کردہ اصول نہیں بلکہ عقل اور ذوق کو قرار دیا، اور اپنے زعم کے مطابق عقل اور ذوق کے مخالف ہونے کی وجہ سے ابراہیم علیہ السلام کی کذبات ثلاثہ والی حدیث، قصہ غرانیق والی حدیث، اور موسی علیہ السلام کا ملک الموت کو تھپڑ مارنے والی حدیث کا انکار کیا۔

آخر میں بطور تنبیہ ایک چیز ذکر کرنا چاہوں گا، وہ یہ کہ حدیث رسول کے متعلق ایک نیا فتنہ جو بہت زور وشور سے سر اٹھا رہا ہے وہ ہے ''بردرس کا اس میدان میں کودنا''۔ چنانچہ آج بہت سارے بردرس ایسے ہیں جو سوشل میڈیا میں احادیث کی تحقیق وتخریج میں سرگرم ہیں، اور علم کی کمی کی وجہ سے ایسی تحقیقات پیش کرتے ہیں جو اہل علم کے مابین کافی مضحکہ خیز ہوتی ہیں۔ حقیقت میں یہ اس مبارک علم اور فن کے ساتھ کھلواڑ کر رہے ہیں، جن میں سے بعض کا میں نے اپنے فیس بک پیج سے پوسٹ مارٹم کیا ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالی ہمیں اس فتنے سے محفوظ رکھے، نیز اس کا قلع قمع کرنے کی بھی توفیق عطا فرمائے۔

سجدہ کی اہمیت و معنویت

نسیم لعل خان الجامعی
طالب: جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ

سجدہ ایک عظیم ترین عبادت، تقرب الٰہی کا مضبوط وسیلہ، اظہارِ بندگی کی انتہا اور عجز و تواضع کا نقطہ کمال ہے، یہ نماز کا ایک عظیم رکن بھی ہے، اس سے بندے کی مقام عبودیت میں اضافہ ہوتا ہے، یہ معراج بندگی ہے، اس سے انسان کی لاچاری و بے چاری ظاہر ہوتی ہے، انسان کی فقر و محتاجی کا پتہ چلتا ہے، اسے اپنی حقیقت کا علم ہوتا ہے، اس سے دنیا کی بے وقعتی اور اس کی حقیقت عیاں ہوتی ہے۔

سجدے میں انسان پوری یکسوئی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عظمت و برتری، کبریائی و بڑائی اور اس کی ربوبیت والوہیت کا سچے دل سے اقرار کرتا ہے، جسکی وجہ سے وہ کبر و غرور جیسی قبیح ترین برائی سے کوسوں دور رہتا ہے، اسے سجدہ سے روحانی خوشی و مسرت حاصل ہوتی ہے اور زندگی میں سکون و قرار حاصل ہوتا ہے۔

سجدہ کی اہمیت و معنویت اس سے بھی واضح ہوتی ہے کہ شریعت میں اس کی متعدد انواع و اقسام ہیں، کہیں نماز کے اندر سجدہ کا حکم دیا گیا ہے، تو کہیں سجدہ شکر کو مسنون قرار دیا گیا ہے تو کہیں سجدہ تلاوت کو مستحب قرار دیا گیا۔ سجدہ کی اہمیت و فضیلت کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پورے قرآن مجید میں کل 15 مقامات پر سجدۂ تلاوت کا ذکر کیا ہے، (جس میں 14 متفق علیہ اور ایک مختلف فیہ ہے) اور ان تمام آیات میں سجدہ کا بغور مطالعہ کرنے کے بعد پتہ چلتا ہے کہ ان سب میں عاجزی و انکساری، تواضع و خاکساری اور گریہ و زاری کے ساتھ سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے، سجدہ کی معنویت اس سے بھی اجاگر ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں دو سورتوں کو سجدہ کے نام سے موسوم کیا ہے، ایک سورہ نمبر (32) السجدہ اور دوسری سورہ نمبر (41) حم السجدہ

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے متعدد جگہوں پر سجدے کی اہمیت و مرتبت اور اس کی فضیلت و معنویت کی طرف توجہ دلائی ہے۔ایک جگہ وارد ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سجدہ کرنے کا حکم صادر کرے گا تو کچھ لوگ سجدہ کرنے سے عاجز رہ جائیں گے، سجدہ کرنے کی قوت اللہ تعالیٰ ان سے چھین لے گا کیونکہ وہ دنیا میں اللہ تعالیٰ کے سجدے سے جی چراتے تھے تو قیامت کے دن بھی انہیں اس کی توفیق نہیں ملے گی جس کی وجہ سے ان پر ہر طرف سے ذلت و رسوائی چھائی ہوئی ہو گی۔

"يوم يكشف عن ساق ويدعون إلى السجود فلا يستطيعون خاشعة أبصارهم ترهقهم ذلة وقد كانوا يدعون إلى السجود وهم سالمون" (سورة القلم:42-43)

سجدہ حصولِ تقرب کا ایک نرالہ انداز ہے فرمان باری تعالیٰ ہے **" كلا لا تطعه واسجد واقترب "**(العلق:19)

"ہر گز اس کی بات نہ مانئے اور اللہ کا سجدہ کرتے رہیے اور تقرب حاصل کیجیے۔"

اس آیت کے پس منظر کا مطالعہ کریں تو پتہ چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس وقت اپنے نبی کو سجدہ کرنے کا حکم دے رہا ہے جب ابو جہل آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے پیارے ساتھیوں کو اللہ تعالیٰ کی عبادت و بندگی سے روک رہا تھا اور ان پر عرصہ حیات تنگ کرنے پر تلا تھا۔

معلوم یہ ہوا کہ سجدہ ایک روحانی طاقت ہے جو انسان کو باطل کے سامنے ڈٹ کر مقابلہ کرنے کا حوصلہ پیدا کرتا ہے، سجدہ انسان کی مصیبتوں اور پریشانیوں کو ختم کرتا ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے نماز اور صبر کے ذریعے مدد طلب کرنے کا حکم دیا ہے۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے مریم علیہا السلام کو سجدہ کرنے کا حکم دیتے ہوئے فرمایا: **"يمريم اقنتي لربك واسجدي واركعي مع الراكعين "** (آل عمران:43)

"اے مریم! اپنے رب کی تابع وفرماں بردار بن جا،اسکے آگے سجدہ ریز ہو اور اس کے حضور رکوع کرنے والوں کے ساتھ تو بھی رکوع کر۔"

مختلف احادیث صحیحہ سے بھی سجدے کی اہمیت و معنویت واشگاف ہوتی ہے اور سجدے کے فوائد و ثمرات کا پتہ چلتا ہے۔ارشاد نبوی ہے: "أقرب ما يكون العبد من ربه وهو ساجد فأكثروا الدعاء" (صحيح مسلم:482)

"بندہ سجدے کی حالت میں اللہ تعالیٰ سے سب سے زیادہ قریب ہوتا ہے لہذا سجدے میں خوب دعا کرو۔"

اس حدیث میں غور کریں کہ اللہ تعالیٰ سجدے میں اپنے بندے سے سب سے زیادہ قریب کیوں ہوتا ہے؟اور اس میں دعا کی قبولیت کا امکان کیوں بڑھ جاتا ہے؟تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ اظہارِ بندگی کا اعلی ترین مظہر ہے، تواضع وخاکساری کی منتہاہے اور عجز وانکساری کی نمایاں ترین صورت ہے کیونکہ بندہ جب پوری عاجزی اور اخلاص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے حضور پیشانی خاک پر رکھتا ہے اور سبحان ربی الاعلی کا ورد کرتا ہے تو اس کا پورا وجود اللہ تعالیٰ کی عظمت وبلندی اور کبریائی وبڑائی کا معترف ہو جاتا ہے،اس کے جسم کے تمام اعضا سے عاجزی وانکساری کی بو آنے لگتی ہے،اس کارواں رواں قادر مطلق کے سامنے عجز وتواضع کا سراپا مجسم بن جاتا ہے اور یہ ادا اللہ تعالیٰ کو بہت ہی زیادہ محبوب ہے اس لیے سجدے کو ایک سچے اور پکے مومن کی ایک نمایاں صفت قرار دیا گیا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: **"سيماهم في وجوههم من أثر السجود"** (الفتح:29)

"سجدوں کے اثرات ان کے چہروں پر موجود ہوں گے(جن سے وہ الگ پہچانے جاتے ہیں)۔"

دوسری روایت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:"جہنم کی آگ سجدہ کی جگہ نہیں جلا سکے گی"۔(صحیح بخاری:806)

مطلب سجدہ اتنی عظیم عبادت اور یہ ادا اللہ تعالٰی کو اتنا زیادہ محبوب ہے کہ اللہ تعالٰی نے جہنم پر یہ بات حرام قرار دی ہے کہ وہ مواضع سجود کو جلا سکے۔

سجدہ یہ صرف انسان کا خاصہ نہیں بلکہ اگر انسان اللہ تعالٰی کی تخلیق کردہ کائنات کا بغور جائزہ لے تو پتہ چلتا ہے کہ کائنات کی ہر شئی اللہ تعالٰی کے سامنے سجدہ ریز ہے، ہر چیز اپنے اپنے انداز میں اللہ تعالٰی کا سجدہ کرتی ہوئی نظر آتی ہے۔ جاندار، حیوان، چوپائے، چرند و پرند حتی کی جمادات تک میں اللہ تعالٰی کا حکم جاری وساری ہے اور کوئی بھی اللہ کے حضور سجدہ کرنے سے سرتابی نہیں کرتا ہاں یہ اور بات ہے کہ ان کا سجدہ سجدہ تکوینی ہوتا ہے۔

اللہ تعالٰی اسی حقیقت کو بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے: "**ولله يسجد من في السموات والأرض طوعا وكرها وظلالهم بالغدو والآصال** " (**الرعد:15**)

اور اللہ تعالٰی کے لیے زمین وآسمان کی ہر چیز طوعا و کرھا سجدہ کر رہی ہے اور سب چیزوں کے سائے صبح و شام اس کے آگے جھکتے ہیں۔

آیت بالا سے معلوم ہوتا ہے زمین وآسمان کی تمام مخلوقات اللہ تعالٰی کے سامنے سجدہ ریز ہیں، اس کی اطاعت و فرمانبرداری اور تسبیح و تحمید میں لگی ہوئی ہیں، جب بے زبان، بے عقل اور غیر ذی روح مخلوقات اللہ تعالٰی کے حکم کی اس قدر پابند، مطیع و فرماں بردار اور سجدہ گزار ہیں تو پھر وہ انسان جس پر اللہ تعالٰی کی ان گنت نعمتیں اور بے شمار احسانات ہیں وہ سجدہ سے بیزار کیوں نظر آتا ہے؟! اس کی ایک بڑی تعداد سجدے سے اعراض کیوں کرتی ہے بلکہ اسے تو اختیاری طور پر پورے شوق و لگن کے ساتھ سجدہ کرنا چاہیے۔

یہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے ہزار سجدے سے دیتا ہے آدمی کو نجات (اقبال)

مذکورہ بالا آیت کی تشریح میں مولانا آزاد رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "تمام مخلوقات اس کے آگے چار و ناچار جھکی ہوئی ہیں۔ کوئی مانے یا نہ مانے لیکن ہر آنکھ دیکھتی ہے کہ حقیقت اس کے سوا کچھ نہیں تم جو احکام الٰہی سے سرتابی کرنا چاہتے ہو خود اپنے سایے ہی کو دیکھ لو جو اندازہ اس کے بارے میں بنادیا گیا ہے اس سے کبھی وہ باہر نہیں جاسکتا صبح کو چڑھتی دھوپ میں اس کا ایک خاص ڈھنگ ہوتا ہے شام کو ڈھلتی دھوپ میں ایک خاص ڈھنگ اگر غور کرو تو قدرت الٰہی کے احکام و قوانین کے آگے ٹھیک اسی طرح تمہاری ہستیاں بھی مسخر ہیں خواہ تمہیں اقرار ہو یا انکار".

(ترجمان القرآن، ساہتیہ اکادمی، ج/4، ص/22-23)

سجدہ فقط ماتھا ٹیکنے یا صرف پیشانی خم کرنے کا نام نہیں ہے، اس کا مفہوم بہت کشادہ اور وسیع ہے، اس کے کچھ تقاضے اور پیغامات ہیں، اللہ کے ہر حکم کے سامنے سر تسلیم خم کر دینے کا نام سجدہ ہے، ہر حال میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمودات کے سامنے اپنے آپ کو سیرینڈر کر دینا یہ سجدے کا پیغام ہے اور کتاب و سنت کے تمام فرامین کے سامنے اپنے آپ کو جھکا دینا یہ سجدے کا تقاضا ہے غرض کہ پوری زندگی کتاب و سنت کے سانچے میں ڈھال کر گزارنا یہ سجدہ کا وسیع ترین مفہوم ہے۔

نمازِ جنازہ میں روافض کا اہل السنہ مسلمانوں سے بدترین دشمنانہ مظہر

محمد عمر صلاح الدین یوسفی
طالب: جامعۃ الملک سعود

ہر کلمہ گو مسلمان اس شرعی حکم سے بخوبی واقف ہے کہ ایک مسلمان کی وفات پر بطور فرض کفایہ اس کے حق میں صلاۃ جنازہ کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ جس میں اس کے لیے رحمت و مغفرت کی دعا کی جاتی ہے۔ رب تعالی کی طرف سے اس کی بہترین مہمان نوازی کی دعا جاتی ہے، اس کی قبر کی وسعت و فراخی نیز اس کے جنت میں داخل ہونے اور عذاب قبر و عذاب جہنم سے حفاظت اور بچاؤ کی التجا کی جاتی ہے۔ اسے اس کی خطاؤں اور گناہوں سے پاک وصاف کرنے کی دعا کی جاتی ہے۔ جو متعدد احادیث مبارکہ کی رو سے نماز جنازہ میں پڑھی جانے والی دعاؤں سے یہی بات معلوم ہوتی ہے۔

اس کے برعکس یہود و مجوس کی پیداوار قوم شیعہ ور وافض کے یہاں نمازہ جنازہ جیسی اخوت و محبت کو پروان چڑھانے والی اور ایک مسلمان کے تئیں ہمدردی و غمخواری کی عدیم النظیر مثال پیش کرنے والی عظیم ترین عبادت کے حوالے سے اہل سنت مسلمانوں سے ان کی عداوت و دشمنی کا ایسا بدترین مظہر دیکھنے کو ملتا ہے کہ جس سے ایک مسلمان ورطہ حیرت میں پڑ جاتا ہے اور ان کے اس خبیث ترین دشمنانہ کردار پر سراسیمہ ہو جاتا ہے۔ امر واقعہ یہ ہے کہ ان روافض مجوسیوں کے یہاں نبوی تعلیمات کے بالکل الٹ صلاۃ جنازہ جیسی مہتم بالشان عبادت میں سنی مسلمانوں کے خلاف لعن طعن کی جاتی ہے اور اہل سنت مسلمان میت کے حق میں ذلت و رسوائی اور عذاب جہنم سے دوچار ہونے اور اس کی قبر کے نار جہنم سے بھر جانے کی دعا کی جاتی ہے۔

جی ہاں ان کی امہات الکتب میں درج شدہ ابواب و کتب اور ان میں ذکر کردہ احادیث (جو کہ ائمہ آل بیت کی طرف جھوٹے طور پر منسوب ہیں) اس بات پر واضح دلالت کرتی ہیں کہ نواصب یعنی اہل سنت مسلمانوں کی نمازِ جنازہ میں خوب خوب بددعائیں کی جائیں۔ یاد رہے ان رافضیوں کے ہاں "نواصب"، "عوام" اور "مخالفین" کی اصطلاح ہر اس سنی مسلمان کے لیے بولی جاتی ہے جو صحابہ کرام بالخصوص سیدنا ابو بکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم اجمعین کی عزت

وتکریم کرتے ہیں اور جو امہات المومنین بانوان طہارت سیدہ عائشہ وحفصہ رضی اللہ عنہما عفت و پاکیزگی کے قائل ومعتقد ہیں۔ بلکہ مختصر لفظوں میں یوں کہیں کہ ان کے عقائد باطلہ کے منکر تمام غیر شیعہ افراد ہیں۔

اس حوالے سے سب سے پہلے دو شیعی روایات ملاحظہ فرمائیں جو شیعوں کی چار بنیادی کتابوں میں سے تین کتابوں میں موجود ہے۔

چنانچہ ابو جعفر محمد بن یعقوب الکلینی (329ھ) نے اپنی کتاب "الكافي في الأصول والفروع" میں باب الصلاة على الناصب (ناصبیوں کی نماز جنازہ پڑھنے کا بیان) کے نام سے ایک باب باندھا ہے جس کے تحت اس نے کئی روایتیں نقل کرکے یہ بات ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ نواصب (اہل سنت مسلمانوں) کو منافق سمجھ کر نماز جنازہ میں ان کے خلاف بددعا کی جائے۔ اس کے تحت ایک روایت یوں بیان کرتا ہے:

"عن أبي عبد الله عليه السلام قال: لما مات عبد الله بن أبي بن سلول حضر النبي صلى الله عليه وآله وسلم جنازته فقال عمر لرسول الله صلى الله عليه وآله: يا رسول الله ألم ينهك الله أن تقوم على قبره؟ فسكت، فقال: يا رسول الله ألم ينهك الله أن تقوم على قبره؟ فقال له: ويلك وما يدريك ما قلت إني قلت: "اللهم احش جوفه نارا واملا قبره نارا وأصله نارا". [1]

ابو عبداللہ حسین بن علی رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ جب عبداللہ بن ابی بن سلول (منافقِ مدینہ) کی موت ہوئی تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس کے جنازے میں شرکت کے لیے حاضر ہوئے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ اللہ کے رسول! کیا اللہ تعالی نے آپ کو اس کی قبر پر کھڑا ہونے سے منع نہیں فرمایا ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہوگئے۔ دوبارہ عرض کیا کہ اللہ کے رسول کیا آپ کو اس منافق کی قبر پر اللہ تعالی نے کھڑا ہونے سے منع نہیں فرمایا؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے لیے

[1] الكافي للكليني 188/3 باب الصلاة على الناصب، ت: علي أكبر الغفاري، دار التعارف، بيروت، تهذيب الأحكام في شرح المقنعة للطوسي 216/3 باب الصلاة على الأموات، رقم الحديث: 452 ت: علي أكبر الغفاري ط: دار الكتب الإسلامية طهران - سوق السلطاني؛ من لا يحضره الفقيه للشيخ الصدوق 168/1 رقم الحديث: 490

بربادی ہو! تجھے کیا معلوم کہ میں نے اس کی نماز جنازہ میں کیا کچھ کہا ہے۔ سنو میں نے یہ بددعا کی ہے: "**اللهم احش جوفه نارا واملا قبره نارا وأصله نارا**" اے اللہ تو اس کے پیٹ اور اس کی قبر کو جہنم کی آگ سے بھر دے اور اسے خود بھی جہنم میں ڈال دے۔

دروغ گوئی اور کذب بیانی میں مہارت رکھنے والی اس لعنتی تقیہ باز قوم کو شرم آنی چاہیے کہ اس صاف گو، پاک طینت اور ظاہر و باطن میں یکسانیت کو برقرار رکھنے والے پیغمبر آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں کس قدر ہفوات بکنے میں عادی ہے۔

بھلا کوئی بتائے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو باآخر ایسی کون سی مجبوری درپیش تھی کہ آپ نے نہ چاہتے ہوئے بھی اس منافق کی نماز جنازہ میں شرکت کی اور وہ بھی وہاں جاکر بددعا کی۔ مدنی دور کی تاریخ تو ہمیں یہ بتاتی ہے دینِ اسلام اس وقت تو پہلے سے کافی مضبوط و مستحکم ہو چکا تھا اور اسلام کی طاقت و قوت اور اس کی شان و شوکت اور سطوت و ہیبت کا یہ عالم تھا کہ بڑے بڑے سرخیل و جرنیل رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سرنگوں ہو چکے تھے۔ بلکہ خود عبداللہ بن ابی نے بھی اسلام کے بڑھتے ہوئے اثر و رسوخ اور اس کے جاہ و جلال کے خوف سے ہی ظاہراً اسلام قبول کیا تھا۔

لیکن کہتے ہیں نا کہ دروغ گو را حافظہ نا باشد، جھوٹوں سے عقل و فہم چھین لی جاتی ہے۔

ائمہ اہل بیت رحمہم اللہ کی طرف جھوٹی روایتیں منسوب کرتے وقت انہیں یہ سوچنے کی فرصت کہاں مل سکی کہ بعد میں تاریخ و درایت کی روشنی میں تجزیہ کرنے والے ہماری دروغ گوئی کی قلعی کھول دیں گے، انہیں تو بس اہل بیت کے معزز افراد کے نام و نسبت پر اسلام اور مسلمان دشمنی کا کردار نبھانا تھا۔

حقیقت یہ ہے کہ یہ روایت اہل السنہ والجماعہ کی کتبِ صحیحین سے چرا کر کے اس میں ترمیم کی گئی ہے۔ جیسا کہ بیشتر احادیث کے ساتھ اعیان رافضیت اور عمائدین شیعیت نے یہی سلوک کیا ہے۔

دوسری روایت یوں نقل کی ہے:

عن أبي عبد الله (عليه السلام) قال: مات رجل من المنافقين فخرج الحسين (عليه السلام) يمشي فلقى مولى له فقال له: إلى أين تذهب؟ فقال: أفر من جنازة هذا المنافق أن أصلي عليه فقال له الحسين (عليه السلام): قم إلى جنبي فما سمعتني أقول فقل مثله، قال: فرفع يديه فقال: " اللهم اخز عبدك في عبادك وبلادك، اللهم أصله حر نارك، اللهم أذقه أشد عذابك فإنه كان يتولى أعداءك ويعادي أوليائك ويبغض أهل بيت نبيك "[2]

امام ابو عبداللہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ جب ایک منافق کی موت ہوئی تو سیدنا حسین رضی اللہ عنہ پیدل نکل پڑے، راستے میں اپنے ایک غلام سے جب ان کی ملاقات ہوئی تو اس سے پوچھا کہ تم کہاں جارہے ہو؟ تو اس نے کہا کہ میں اس منافق کا نماز جنازہ پڑھنے سے بھاگ رہا ہوں؛ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے اس سے فرمایا کہ آؤ تم میرے بغل میں کھڑے ہو جاؤ، تم جو کچھ مجھے کہتے ہوئے سننا بالکل ہو بہو وہی کچھ کہنا۔ راوی کا کہنا ہے کہ جب آپ نے اپنے دونوں ہاتھوں کو اٹھایا تو یوں بددعا کی:

"اللهم أخز عبدك في عبادك وبلادك، اللهم أصله حر نارك، اللهم أذقه أشد عذابك فإنه كان يتولى أعداءك ويعادي أوليائك ويبغض أهل بيت نبيك"

اے اللہ تو اپنے اس بندے کو تمام لوگوں میں اور پورے عالم میں ذلیل ورسوا کر! اللہ تو اسے اپنے جہنم کی دہکتی ہوئی آگ میں ڈال دے! اسے سخت عذاب سے دوچار فرما! کیونکہ وہ تیرے دشمنوں سے محبت کرتا تھا اور تیرے ولیوں سے دشمنی کیا کرتا تھا اور تیرے نبی کے گھر والوں سے بغض رکھتا تھا۔

([2]) الكافي للكليني 189/3، باب الصلاة على الناصب، ت: علي أكبر الغفاري، دار التعارف، بيروت؛ تهذيب الأحكام في شرح المقنعة للطوسي 217/3 رقم الحديث: 453 ت: علي أكبر الغفاري ط: دار الكتب الإسلاميه طهران - سوق السلطاني؛ من لا يحضره الفقيه للشيخ الصدوق 168/1 رقم الحديث: 491؛ وسائل الشيعه للحر العاملي باب كيفية الصلاة على المخالف، وكراهة الفرار من جنازته إذا كان يظهر الاسلام (70/3)؛ بحار الانوار (393/78.

اب ذرا خاتمۃ المحدثین الروافض ملا باقر مجلسی(ت:1111ھ) کو دیکھیں جو ناصبیوں پر نماز جنازہ پڑھے جانے سے متعلق لکھتا ہے:

"وإذا صليت على ناصب فقل بين التكبيرة الرابعة والخامسة "اللهم أخز عبدك في عبادك وبلادك، اللهم أصله أشد نارك اللهم أذقه حر عذابك، فإنه كان يوالي أعداءك، ويعادي أولياءك، ويبغض أهل بيت نبيك، فإذا رفع فقل: اللهم لا ترفعه ولا تزكه"[3]

"اور جب تم کسی ناصبی کی نماز جنازہ پڑھو تو چوتھی اور پانچویں تکبیر کے درمیان یہ کہو:

"اللهم اخز عبدك في عبادك وبلادك، اللهم أصله أشد نارك اللهم أذقه حر عذابك، فإنه كان يوالي أعداءك، ويعادي أولياءك، ويبغض أهل بيت نبيك"

اللہ تو اپنے اس بندے کو لوگوں میں اور پوری دنیا میں ذلیل ورسوا کر اسے اپنے جہنم کے سخت عذاب سے دوچار فرما اور اس سے دہکتی ہوئی عذاب کا مزہ چکھا کیونکہ یہ تیرے دشمنوں سے محبت کرتا تھا اور تیرے ولیوں سے دشمنی کیا کرتا تھا اور تیرے نبی کے گھرانوں سے بغض وعداوت رکھتا تھا۔

شیعوں کے آٹھویں امام علی بن موسی رضا رحمہ اللہ کی طرف منسوب "فقہ الرضا" نامی کتاب میں اہل مسلمانوں کے نماز جنازہ کا طریقہ یوں منقول ہے:

"وإذا كان الميت مخالفا فقل في تكبيرك الرابعة: اللهم أخز عبدك وابن عبدك هذا، اللهم أصله نارك، اللهم أذقه أليم عقابك وشديد عقوبتك، وأورده نارا واملأ جوفه نارا، وضيق عليه لحده، فإنه كان معاديا لأوليائك ومواليا لأعدائك، اللهم لا تخفف عنه العذاب واصبب عليه العذاب صبا. فإذا رفع جنازته فقل: اللهم لا ترفعه ولا تزكه "[4]

---

(3) بحار الانوار الجامعة لدرر أخبار الأئمة الأطهار 390/78

(4) فقہ الرضا لابن بابویہ القمی ص:178. ت: مؤسسة آل البیت علیہم السلام لإحیاء التراث

جب میت مخالف (اہل سنت) کی ہو تو چوتھی تکبیر میں تم یہ دعا مانگو کہ اے اللہ! اپنے اس بندے، اپنے اس بندے کے بیٹے کو ذلیل و خوار کر، اے اللہ اسے اپنی آگ میں ڈال دے، اے اللہ اسے اپنے دردناک عذاب اور سخت سے سخت سزاؤں سے دوچار فرما، اسے جہنم رسید کر دے، اس کے پیٹ کو آگ سے بھر دے، اس کی قبر کو تنگ کر دے، کیونکہ یہ تیرے اولیاء کا دشمن اور تیرے دشمنوں کا دوست تھا۔ اے پروردگار اس سے عذاب کم نہ کرنا، اس کو عذاب در عذاب میں مبتلا کر دے۔

پھر جب اس کا جنازہ اٹھائے تو یہ کہے:

اے اللہ! تو اسے اوپر نہ اٹھانا اور نہ اسے پاک و صاف کرنا"

وہی محدثِ روافض ملا باقر مجلسی (ت: 1111ھ) ایک جگہ اپنے ائمہ معصومین کی تصریحات کا خلاصہ پیش کرتے ہوئے لکھتا ہے:

وروينا عن أهل البيت عليهم السلام أنهم قالوا في الصلاة على الناصب لأولياء الله المعادي لهم: يدعى عليه، وذكروا في الدعاء عليه وجوها كثيرة دلت على أن ليس شئ منها موقت، ولكن يجتهد في الدعاء عليه على مقدار ما يعلم من نصبه وعداوته. [5]

اہل بیت علیہم السلام سے ہم تک جو بات پہنچی ہے وہ یہ کہ انہوں نے اہل بیت علیہم السلام سے دشمنی کرنے والے یعنی نواصب کی صلاۃ جنازہ میں اس کے حق میں بددعا کرنے کی تعلیم دی ہے۔ چنانچہ اس کے خلاف بددعا کی جانے والی دعاؤں میں مختلف طریقے ذکر کئے ہیں جس کی کوئی معین اور مخصوص صورت وارد نہیں ہے تاہم اتنا ضرور ہے کہ اس

([5]) بحار الأنوار 78/375-376 دار احیاء التراث العربي بيروت، لبنان الطبعة الثالثة المصححة

ناصبی کی نماز جنازہ میں اس کے خلاف جو بد دعا کی جائے گی اس کی ناصبیت اور اہل بیت سے دعوت ودشمنان کے پیش نظر کی جانی چاہیے۔

یہ ہے اہل سنت مسلمانوں کے تیئں روافض قوم کا دشمنانہ کردار جسے سنی مسلمانوں کو سمجھنے کی ضرورت ہے نہ کہ ان سے اتحادامت اور وحدت ملت کے نام پر دوستانہ تعلقات رکھے جائیں۔

اربابِ تحریکیت کے لمحۂ فکریہ:

پچھلے دنوں فلسطینی تنظیم حماس کے سربراہ اسماعیل ہانیہ کی وفات ایران میں ہونے کے بعد سے عجیب وغریب قسم کے تبصرے اور تجزیے سامنے آنے پر اس مضمون کی ترتیب عمل میں آئی جس کا مقصد یہ ہے کہ سنی مسلمان اپنے دشمنوں کو دشمن سمجھیں نا کہ ان تقیہ بازوں کے چند ظاہری چکنی چپڑی باتوں میں آکر ان کی معاندانہ اور دشمنانہ سرگرمیوں کو بھول جائیں، جس قوم کے ہاں نماز جنازہ جیسی عبادت میں ایسا گھناؤنا کردار پیش کیا جاتا ہے اور جن نفرت ودشمنی کی بدترین مثال سامنے آتی ہے اس سے بھلا اتحادامت کے نام پر خیر کی کیا توقع کی جاسکتی ہے؟

ساتھ ہی یہاں ان ارباب تحریکیت کے لیے لمحۂ فکریہ بھی ہے جو رافضیوں کے شانہ بشانہ چلتے ہوئے بعض صحابہ کرام کا دفاع کرنے کی وجہ سے ہم پر **ناصبیت** کا فتوی لگانے میں ذرا بھی تعامل نہیں کرتے۔ جبکہ وہ خود اگر حقیقی معنوں میں اہل سنت ہونے کا دم بھرتے ہیں تو وہ بھی روافض کے نزدیک ناصبی ہی ٹھہرتے ہیں تا آنکہ اہل السنہ کے مسلمہ اصول وعقائد سے دست کش نہ ہو جائیں۔ اس لیے کہ رافضیوں کے ہاں ہر وہ شخص **ناصبی** ہے جو ان کے باطلانہ عقائد کا کسی بھی ناحیے سے منکر وباغی ہے۔

ٹرسٹ کی کارکردگی ایک نظر میں

آزاد ہند ایجوکیشنل اینڈ ویلفیئر ٹرسٹ کی جانب سے 8/جون 2024 کو مسابقہ علمیہ برائے مکاتب اسلامیہ کا اعلان نشر کیا گیا، جسمیں دو سینٹروں کا انتخاب عمل میں لایا گیا تاکہ ایک کثیر تعداد میں طلباء وطالبات اس علمی مسابقہ سے استفادہ کریں. مسابقہ کی ویڈیوز، فوٹوز وغیرہ ٹرسٹ کے فیسبک پیج پر دیکھا جاسکتا ہے۔

AZAD HIND educational and welfare trust

مسابقہ کی اجمالی اور مختصر رپورٹ آپ کے سامنے پیش کی جارہی ہے۔

مسابقہ کے انعقاد کے لئے دو سینٹر کا انتخاب کیا گیا ایک ضلع سدھارتھ نگر نیپال بارڈر کے قریب مشہور گاؤں پیرہواں مدرسہ سلم العلوم جسمیں سکریٹری کے طور پر مولانا جنید احمد الجامعی کا انتخاب عمل میں آیا اور دوسرا سینٹر ضلع بلرام پور کے مشہور ومعروف گاؤں اونرہوا مدرسہ نور الہدیٰ کا انتخاب کیا گیا جسمیں سکریٹری مسابقہ کے طور پر ٹرسٹ کے ناظم ضمیر جمال الجامعی کا انتخاب عمل میں آیا اور محمد شہزاد الجامعی ان کے نائب کے طور پر تھے۔

مسابقہ کی مکمل روداد ملاحظہ فرمائیں :

1 . روداد علمی مسابقہ برائے مکاتب اسلامیہ 2024ء

زیر اہتمام: آزاد ہند ایجوکیشنل اینڈ ویلفیئر ٹرسٹ

سینٹر: مدرسہ سلم العلوم السلفیہ پیرہواں سدھارتھ نگر

مسابقہ دو فرع پر مشتمل تھا، فرع اول: درجہ چہارم پنجم کے طلباء وطالبات کے لئے خاص تھا، جسمیں ٹرسٹ کی جانب سے جاری کردہ مذکرہ کو مکمل حفظ کرنا تھا جسمیں توحید، مراتب دین، سنت وبدعت، نذر ونیاز، شرک اور جادوٹونا کے

ابواب تھے.

فرع ثانی: درجہ اول، دوم، سوم کے طلباء وطالبات کے لئے خاص تھا جسمیں دعائیں، عبادات اور سیرت النبی ﷺ کے متعلق ابواب تھے.

مسابقہ میں کل 8 مدارس اسلامیہ کے طلباء وطالبات نے حصہ لیا جسمیں مشارکین کی مجموعی تعداد 107 تھی ، فرع اول کا اختبار تحریری شکل میں ہوا تھا جبکہ فرع ثانی کا اختبار شفوی تھا۔

یہاں پر ایک بات ذکر کردوں کہ ٹرسٹ کی جانب سے شفوی اختبار کے لئے جن حکم صاحبان کا انتخاب ہوا تھا ان حکم صاحبان سے مشارکین اور ذمہ داران مدارس متعارف تھے اور نہ ہی حکم حضرات طلباء وطالبات کو پہچانتے تھے۔

طلباء وطالبات اور تمام مہمانوں کے لئے بہترین نظم ونسق تھا، امتحان دینے کے بعد تمام لوگوں کے لئے ظہرانے کا خاص نظم تھا، بعداز نماز ظہر 1:30 سے تقسیم انعامات کی پُررونق محفل سجی جسمیں معزز ومکرم علماء کرام نے خطاب کیا اور تمام ذمہ داران مدارس اسلامیہ کو مزید رغبت دلایا کہ اس طرح کے مسابقات میں اپنے بچوں کو تیار کر کے ضرور شرکت کرائیں.

شرکت کرنے والے فاضل علماء ومشائخ

1. فضیلۃ الدکتور محمد مصطفی الریاضی حفظہ اللہ

2. فضیلۃ الشیخ عتیق الرحمان ریاضی حفظہ اللہ

3. فضیلۃ الشیخ محمد عمر صلاح الدین یوسفی حفظہ اللہ طالب جامعۃ الملک سعود

فضیلۃ الدکتور خطاب کے دوران جابجا طلباء وطالبات سے سوال کرتے اور جواب دینے والے طالب یا طالبہ کو نقد روپیہ بطور انعام دیتے رہے فجزاہ اللہ خیرا.

خطاب کے فورا بعد تقسیم انعامات کا اعلان کیا گیا، انعام کے طور پر شیلڈ، مڈل، نقد روپیہ، کتابیں اور تمام مشارکین کو تشجیعی طور پر کتابیں، کاپی اور قلم دیا گیا.

پوزیشن کی تفصیل : فرع اول

پہلی پوزیشن: فریدہ خاتون مجیب الرحمٰن، مدرسہ سلم العلوم السلفیہ پپرہواں 100 نمبر.

دوسری پوزیشن: من تشاء خاتون محمد سلیم، مدرسہ سلم العلوم السلفیہ پپرہواں 99 نمبر.

تیسری پوزیشن: سمیہ محمد مستقیم، مدرسہ فیض العلوم السلفیہ گنوریہ 98.5 نمبر.

اسکے بعد دس طلباء وطالبات کو تشجیعی انعام دیا گیا جسمیں نقد روپیہ، کتابیں قلم وغیرہ شامل تھی.

فرع ثانی

پہلی پوزیشن: اریبہ عبداللہ، مدرسہ بیت العلوم السلفیہ علیگڑھوا 88 نمبر.

دوسری پوزیشن: نادرہ برکت اللہ، مدرسہ فاطمۃ الزھراء شاکرجوت 86 نمبر.

تیسری پوزیشن: ہبہ بانو آفتاب عالم، صفہ ماڈل اسکول ششھنیاں الیدہ پور 85 نمبر.

اسکے بعد دس طلباء وطالبات کو تشجیعی انعام دیا گیا جسمیں نقد روپیہ، کتابیں اور قلم وغیرہ شامل تھیں۔

اسکے علاوہ تمام مشارکین کو تشجیعی طور پر انعامات سے نوازا گیا اور ساتھ ہی ساتھ مدارس اسلامیہ سے آئے ہوئے ذمہ دار علمائے کرام کو کتابیں اور نقد روپیہ بطور ہدیہ دیا گیا.

اسی طرح تمام حکم صاحبان اور سکریٹری مسابقہ مولانا جنید احمد الجامعی کو بھی ہدیہ سے نوازا گیا۔

2 . سینٹر: مدرسہ نورالہدیٰ اونرہوا بلرام پور

مسابقہ میں کل 4 مدارس اسلامیہ کے طلباء وطالبات نے حصہ لیا جسمیں مشارکین کی مجموعی تعداد 59 تھی.

امتحان صبح 8 بجے شروع ہوااور 10 بجے تک اختتام پہونچا، بعداز نماز عصر سے تقسیم انعامات کی پُررونق محفل سجی جسمیں معزز ومکرم علماء کرام نے خطاب کیااور تمام ذمہ داران مدارس اسلامیہ کومزید رغبت دلائی کہ اس طرح کے مسابقات میں اپنے بچوں کو تیار کرکے ضرور شرکت کرائیں.

پوزیشن کی تفصیل: فرع اول

پہلی پوزیشن: محمد سلطان رفیق احمد (99 نمبر) **دوسری پوزیشن:** عدنان نذیر احمد (98 نمبر)

تیسری پوزیشن: عفیف فیصل (97 نمبر)

فرع ثانی:

پہلی پوزیشن: محمد غفران محمد اسماعیل (94 نمبر) **دوسری پوزیشن:** آصف نسیم (93 نمبر)

تیسری پوزیشن: صفیہ ارشاد احمد (92 نمبر)

اسی طرح سے ہر زمرے میں سے اوائل خمسہ کو بھی تشجیعی انعامات سے نوازا گیا جن کے اسماء مندرجہ ذیل ہیں

فرع اول اوائل خمسہ :

فرحان عظیم عبدالعلیم ، کاشف نسیم احمد ، عمار عبدالنور ، ضویا جمیل احمد ، اریبہ نثار احمد

فرع ثانی اوائل خمسہ :

نور محمد روزن علی ، رشیدہ مشتاق احمد ، ثناء مستقیم ، حذیفہ انوار احمد ، اطیع اللہ حقیق اللہ

اسکے علاوہ تمام مشارکین کو تشجیعا پچاس پچاس روپیہ، ایک قلم اور کاپی سے نوازا گیا۔